مؤلف: شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۴۸۳

حضرت علی مرتضیٰؓ کے سو۱۰۰ قصے

مؤلف:

شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

بیت العلوم

۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۸۳

کتاب	حضرت علیؓ کے ۱۰۰ قصے
اردو ترجمہ	مأة قصة من حياة عليؓ
مؤلف	شیخ محمد صدیق المنشاوی
مترجم	مولانا خالد محمود (فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور)
باہتمام	محمد ناظم اشرف
ناشر	بیت العلوم۔ ۲۰ نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی، لاہور
	فون: ۷۳۵۲۴۸۳

﴿ملنے کے پتے﴾

بیت العلوم = ۲۰ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = ۱۹۰ انارکلی، لاہور
ادارہ اسلامیات = موہن روڈ چوک اردو بازار، کراچی
دارالاشاعت = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت القرآن = اردو بازار کراچی نمبر ۱
بیت الکتب = گلشن اقبال، کراچی
ادارۃ المعارف = ڈاک خانہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم = جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ سید احمد شہید = الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ رحمانیہ = غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

﴾عرض ناشر﴿

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس بات سے تقریباً ہر شخص واقف ہے کہ بزرگانِ دین اور اسلاف کے حالات و واقعات انسانی زندگی میں وہ انقلاب پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جو بسا اوقات لمبے چوڑے مطالعے اور مسلسل وعظ و نصیحت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ تاریخ کے جھروکوں پر نظر ڈالنے سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اکابرین امت اور صلحائے دین کے بعض مختصر واقعات انسان کی کایا پلٹنے کے لیے نسخہ اکسیر ثابت ہوئے۔ دراصل دل کے حالات و کیفیات وقت کے بدلنے اور مرورِ زمانہ کے بدولت تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کبھی یہ قلب تسلسل سے کہی گئی بات کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا ہے، اور کبھی یہ اس قدر نرم ہو جاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت کو بھی اپنی لوح پر نقش کر لیتا ہے، دراصل دل کی یہی کیفیت ہے، جس میں اخلاص وللٰہیت، عاجزی وانکساری، زہد و عبادت، تقویٰ و بزرگی، موت اور فکرِ آخرت وغیرہ پر مشتمل اسلاف کے واقعات دل کی دنیا تبدیل کرنے میں بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے جھرمٹ میں انبیائے کرام علیہم السلام اور امم سابقہ کے نیک لوگوں کے حالات واقعات نقل فرماتے اور اُن کی زہد و عبادت کا تذکرہ فرماتے، بزرگان دین اور علماء کرام نے اسی نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلاف کے واقعات اور قصص پر مشتمل بہت سی کتابیں ترتیب دی ہیں جس میں نہ جانے کتنے موعظت، حکمت اور فکرآخرت کے درس پوشیدہ ہیں۔

موجودہ کتاب اسی نقش قدم کی پیروی ہے جس میں حضرت علیؓ کے ۱۰۰ قصوں کو باحوالہ جمع کیا گیا ہے، افادہ عام کے لیے عربی سے اردو ترجمہ کا کام برادر عزیز مولانا خالد

محمود صاحب مدظلہ نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مختصر وقت میں انجام دیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے اور دین کی مقبول خدمات کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس سلسلہ میں الحمدللہ بیت العلوم کی جانب سے سیرت و حالات اور قصص واقعات پر مشتمل مندرجہ ذیل کتب زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

(۱) قصص معارف القرآن

(۲) قصص القرآن

(۳) ازواج مطہراتؓ کے دلچسپ واقعات

(۴) مظلوم صحابہؓ کی داستانیں

(۵) قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے

(۶) حضرت ابوبکرؓ کے ۱۰۰ قصے

(۷) حضرت عمرؓ کے ۱۰۰ قصے

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور بیت العلوم کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقیوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

محتاج دعا

محمد ناظم اشرف

مدیر بیت العلوم

وخادم جامعہ اشرفیہ لاہور

۱۷ شوال ۱۴۲۵ھ

بمطابق ۳۰ نومبر 2004ء

﴿عرضِ مترجم﴾

پیش نظر کتاب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ۱۰۰ قصے دراصل شیخ محمد صدیق المنشاوی کی کتاب "مأة قصة من حياة علي رضي الله عنه" کا سلیس اردو ترجمہ ہے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اُن دلچسپ سوقصوں اور واقعات پر مشتمل ہے جو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ سلفِ صالحین اور اکابرین کے قصص واقعات کی خصوصیت ہی یہ ہوتی ہے کہ اُن کو پڑھ کر نہ صرف یہ کہ ایمان بڑھتا ہے بلکہ عاجزی وانکساری، صدقہ وخیرات، زہد وعبادات اور اصلاح نفس جیسے بے شمار اسباق تازہ ہوتے ہیں۔

الحمدللہ اس مفید کتاب کے ترجمہ کی سعادت احقر کو حاصل ہوئی ہے۔ اللہ جل شانہٗ اس ترجمہ کو بھی قبولیت سے نوازے اور بیت العلوم کے مدیرِ اعلیٰ برادرِ عزیز مولانا محمد ناظم اشرف صاحب کو بھی اس کی طباعت اور نشر و اشاعت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

قبل ازیں بھی بیت العلوم لاہور سے عربی سے ترجمہ کردہ بعض اہم کتابیں معیاری طباعت کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں جو بحمدللہ مقبولِ عوام وخواص ہوئیں۔ چند کتابوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں: خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلو پیڈیا، سیرت فاطمۃ الزہراؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وشمائل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کھانا پینا، حضرت ابوبکر صدیقؓ

کے ۱۰۰ قصے۔ حضرت عمرؓ کے ۱۰۰ قصے، قیامت کی نشانیاں، اولاد کی تربیت قرآن و حدیث کی روشنی میں، گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج، انبیائے کرام علیہم السلام کے حیرت انگیز معجزات، عذاب جہنم کی مستحق عورتیں، قرآن حکیم میں عورتوں کے قصے وغیرہ۔

آخر میں پروردگارِ عالم کے بحضور انتہائی تذلل اور تضرع کے ساتھ دعا ہے کہ ہماری یہ خدمات اپنی بارگاہ میں قبول بھی فرمائے اور ہم سب کے لئے ذخیرۂ آخرت بھی بنائے اور اس کتاب سے تمام قارئین کو استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

خالد محمود عفا عنہ الغفور

(فاضل و مدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور

و (رکن) لجنۃ المصنفین لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

آپ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین، خلفاءِ راشدین میں سے چوتھے خلیفۂ راشد اور ان دس خوش نصیب صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہیں جن کو دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام مع کنیت ابو تراب علی بن ابی طالب ہے، آپ رضی اللہ عنہ کعب بن غالب کے پوتے، ہاشمی النسب اور قرشی الحسب ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر اور حسنین رضی اللہ عنہما کریمین و بدرین کے والدِ گرامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد، بطحاء کے سردار، قابل ستائش انسان اور علمبردار تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد، ابو طالب، نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یتیمی کی حالت میں کفالت اور کم سنی میں پرورش اور پیغمبری کی حالت میں مدد کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ، فاطمہ بنت اسد الہاشمیہ رضی اللہ عنہا بڑی نیک و متقی خاتون تھیں، چشمۂ رحمت اور عین رأفت تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سابقین اسلام میں سے ہیں، آپ رضی اللہ عنہا مہاجرین میں پیش پیش رہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ان کے گھر میں آرام فرماتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتہ مبارک ان کے کفن میں لگایا اور اپنے آنسوؤں اور دعاؤں سے ان کو دنیا سے رخصت کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا، ظہورِ اسلام سے تقریباً نو سال پیشتر پیدا ہوئے۔ پھر بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پروان چڑھے اور بچپن میں ہی اسلام قبول کیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت و تادیب فرمائی اور ان کو بیش بہا انعامات سے نوازا اور ان کی تعلیم کا خوب انتظام فرمایا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصف اور صفاتِ

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے موصوف ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دین کی تعلیم خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کی، آپ رضی اللہ عنہ نیک فطرت، سلیم الطبع اور تقدیر الٰہی پر راضی رہنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خوب عزتوں سے نوازا اور آپ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر لوگوں میں عام کیا آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی کسی بُت یا مورتی کو سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی شیطانی راہ کی پیروی کرتے ہوئے بُت پرستی کی اور نہ ہی ان کے لیے نذر و نیاز پیش کی اور نہ بتوں کے سامنے کبھی تضرع و التجاء کی اور نہ ہی ان بتوں کے لیے جانور ذبح کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہ کسی حجر کو چھوا اور نہ کسی شجر کا طواف کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ خوب رو اور جاذبِ نظر شخصیت کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ نہ زیادہ دراز قد تھے اور نہ کوتاہ قد۔ آپ قوی و طاقتور تھے، ڈاڑھی مبارک گھنی اور چہرہ حسین اور بشاشت لیے ہوئے تھا، آپ رضی اللہ عنہ کا جسم مائل بہ فربہی تھا، آنکھیں بڑی تھیں مونڈھے چوڑے اور ہاتھ کھردرے تھے، سر پر بال کم تھے، بڑے منکسر المزاج تھے، ایسا معلوم ہوتا جیسے کوئی مفلس ہیں۔ سردیوں میں گرمیوں کا لباس اور گرمیوں میں سردیوں کا لباس زیب تن فرماتے۔ آپ رضی اللہ عنہ مہمان کا بڑا اکرام فرماتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں، آپ رضی اللہ عنہ طیب الشمائل، محمود الفضائل، جمیل الصفات، صاحب الکرامات، امام العارفین، قدوۃ العالمین، تاج البلغاء، رائد الفصحاء، نبراس الخطباء عظیم الحلم اور بابِ مدینۃ العلم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کلام سے نور ظاہر ہوتا اور زبان سے حکمت و دانائی کی باتیں نکلتیں، آپ رضی اللہ عنہ امام عادل تھے، کبھی غلط فیصلہ نہیں فرمایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے سائل کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ مکہ میں مقیم ہوئے تاکہ امانت داروں کو ان کی امانتیں لوٹائیں۔ پھر دور دراز کے سفر کے لیے رات کے وقت خفیہ طور پر ہجرت فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ انتہائی طاقت ور، انتہائی بہادر اور بے مثال شہسوار تھے، ہر جابر و ظالم شخص کی کمر کو توڑنے والے تھے، جس سے بھی مقابلہ ہوا اس پر غالب آئے اور جس کو بھی آپ رضی اللہ عنہ نے للکارا اس کو قتل کیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ہی دشمن کے مشہور انتہائی بہادر شخص عمرو بن ودّ کو

شکست فاش دی، آنحضرت ﷺ نے معرکۂ خیبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علَم دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے ہی جابر و سرکش یہودی مَرحب کو واصلِ جہنم کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بہت سی اسلامی فتوحات ہوئیں، آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ کے میدانوں میں دشمنوں پر غالب آنے اور تابڑ توڑ حملے کرتے دیکھا جاتا تھا، دشمن آپ رضی اللہ عنہ کے حملہ سے فرار کی راہ ڈھونڈتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اتنے خوددار اور غیور تھے کہ مقتول کا سامانِ حرب سلب نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے بیش قیمت چیزوں کی طرف نظر بھی نہیں اٹھاتے تھے۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ کسی مصیبت زدہ یا زخمی انسان کا کام تمام نہیں کرتے تھے۔ اس کو بُرا خیال کرتے تھے۔ کسی کی آبرو ریزی نہیں کرتے تھے، کسی کا راز افشاء نہیں کرتے تھے۔ تمام غزوات میں برسرِ پیکار رہے، اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے، آپ رضی اللہ عنہ نے تمام معارک میں شجاعت کے جوہر دکھائے۔ آپ رضی اللہ عنہ فتنوں کی آگ کو بجھانے والے، مصائب کا مقابلہ کرنے والے، ملحدین کا صفایا کرنے والے اور مشرکین پر قاہر و زبردست تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ امام الزاہدین اور ولی المؤمنین بھی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایسے تھے جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ میں عیسیٰ علیہ السلام کی سی مشابہت پائی جاتی تھی، آپ رضی اللہ عنہ دنیا اور دنیا کی چمک دمک سے کامل طور پر وحشت و نفرت رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑی آہ و بکاء کرنے والے تھے، اکثر متفکر رہتے، یتیم کی طرح روتے، یوں کانپتے جیسے کوئی مریض کانپتا ہے۔ عبادتِ خداوندی سے بڑا شغف رکھنے والے اور بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کرنے والے تھے۔ کم کھانا اور عظیم کام سرانجام دینا آپ کو پسند تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ دین کی تعظیم کرتے اور فقراء و مساکین سے محبت کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ صاحبِ دل آدمی تھے اور زبان سے اکثر ذکر جاری رہتا تھا، آپ نے کبھی بے ہودہ گفتگو نہیں کی اور نہ کبھی جھوٹ بولا، مومن لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے محبت اور منافق لوگ ہی آپ سے بُغض رکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری زندگی اللہ کی راہ میں جہاد

کرتے ہوئے، حدودِ الٰہیہ کو قائم کرتے ہوئے اور عبادت وخشوع اور عاجزی میں گزار دی۔ جب عمر مبارک ساٹھ سال کے قریب پہنچی تو ۴۰ھ میں ابن ملجم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کی روح مبارک اللہ رب العالمین کے حضور پرواز کر گئی۔

(محمد صدیق المنشاوی)

قصہ نمبر ۱ ﴿حضرتِ علیؓ کی فطانت اور دور اندیشی﴾

اچانک ایک شہسوار دوڑتا ہوا آیا اور بلند آواز سے عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش مکہ نے بدعہدی کر دی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے لیے تیاری شروع فرما دی۔ دوسری جانب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے قریش کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ روانگی اور مکہ پر فوج کشی کی تیاریوں کے متعلق خبر کا ذکر کیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے وہ خط ایک عورت کو دیا، اور اس کو کچھ مال دیا کہ وہ یہ خط قریش مکہ تک پہنچا دے، چنانچہ اس عورت نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپا کر اوپر سے جوڑا کر لیا اور فوری طور پر مکہ کے لیے روانہ ہوئی۔ حاطب رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی خبر وحی آسمانی کے ذریعہ پہنچ گئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ یا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو گرفتاری کے لیے بھیجا اور فرمایا: اس عورت کو گرفتار کرو حاطب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے ہاتھ قریش مکہ کو خط لکھا ہے جس میں اس نے ہماری تیاری وغیرہ کے متعلق ان کو ہوشیار کیا ہے۔ وہ دونوں حضرات دوڑتے ہوئے گئے اور اس عورت کو اسی جگہ پا لیا، اس عورت سے کہا: کیا تیرے پاس کوئی خط ہے؟ اس نے گھبراتے ہوئے کہا: نہیں، میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے۔ ان دونوں نے اس عورت کے سامان اور کجاوہ کی تلاشی لی مگر کچھ نہ ملا، جب وہ ناامید ہو کر واپس جانے لگے تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ نے اس عورت کو پُرعزم اور ایمان بھرے قلب سے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پر آنے والی وحی جھوٹی نہیں ہو سکتی، اور رسول کریم ﷺ نے بھی ہم سے جھوٹ نہیں بولا، بخدا! تم وہ خط نکالو ورنہ ہم تمہیں برہنہ کر دیں گے۔ جب اس عورت نے معاملہ کی سنگینی اور ان کے چہرہ پر آثارِ سنجیدگی دیکھی تو کہنے لگی: ذرا چہرہ پھیرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے منہ پھیرا تو اس نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکالا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ دمک اٹھا، وہ خط پکڑا اور اسے لے کر رسول اللہ ﷺ کی جانب روانہ ہو گئے[1]۔

قصہ نمبر۲ ﴿تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنسو بہاتے ہوئے حضورِ نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کپڑے کے کونے سے آنسو پونچھتے ہوئے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا لیکن مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ نبی کریم ﷺ مسکرائے اور ان کو اپنے ساتھ بٹھایا اور اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو[2]۔ پھر لوگوں کے عام مجمع میں یہ اعلان فرما دیا: لوگو! یہ علی رضی اللہ عنہ میرا بھائی ہے۔ یہ علی رضی اللہ عنہ میرا بھائی ہے۔

قصہ نمبر۳ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بوسہ دینا﴾

ایک آدمی پریشان روتا ہوا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سخت آواز میں پکار کر کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! میری مدد فرمائیں۔ یا امیر المؤمنین! میری مدد فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے متحیر ہو کر فرمایا: ارے! کس کے خلاف تیری مدد کروں؟ اس آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی نظر کا نشانہ بناتے ہوئے کہا: اس آدمی کے خلاف جو آپ رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھا ہوا ہے،

---

[1] دیکھیے: ''تاریخ الطبری'' (۳/ ۴۸، ۴۹) و''الرحیق المختوم'' (۳۷۹/ ۳۸۰)

[2] دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۲/ ۱۵۰)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی طرف دیکھا، پھر فرمایا: اے ابو الحسن! اٹھو اور اپنے فریق کے برابر بیٹھ جاؤ۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے فریق مخالف کے برابر بیٹھ گئے، دونوں نے باہمی مباحثہ کیا پھر وہ شخص جو صاحب استغاثہ تھا واپس چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر امیر المؤمنین کے برابر آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابو الحسن: کیا بات ہے آپ کا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ کیا آپ رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ سے ناگواری ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ کو کس بات پر ناگواری ہوئی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے میرے مخالف فریق کی موجودگی میں میری کنیت سے یاد کیا اور کہا کہ اے ابو الحسن! اٹھو! آپ رضی اللہ عنہ نے یوں کیوں نہیں کہا: اے علی رضی اللہ عنہ! اٹھو! اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھ جاؤ؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا چہرہ دمک اٹھا، چہرہ پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا اور یہ کہتے ہوئے ان کو بوسہ دینے لگے: میرے باپ تم پر فدا ہوں، تمہاری وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطاء فرمائی اور تمہاری وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ہم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی عطا فرمائی[1]۔

قصہ نمبر ۴ ﴿بہادر لڑکا﴾

ایک مرتبہ ابو طالب کی اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی، دیکھا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پوشیدہ طور پر نماز پڑھ رہا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا جب ابو طالب کو اپنے چھوٹے بیٹے کے بارے معلوم ہوا کہ وہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں میں شامل ہو چکا ہے اور ان کے دین و مذہب کو قبول کر چکا ہے اور قریش کے معبودوں سے خود کو بہت دور کر چکا ہے۔ جب لڑکے نے نماز پوری کر لی تو اپنے والد کی جانب پامردی اور استقلال

[1] دیکھیے: ''طرائف ونوادر من عیون التراث'' (۱/۱۵)

کے ساتھ متوجہ ہوا اور بلا تأمل پکار کر کہنے لگا: ابا جان! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا ہوں، اور میں نے آنحضرت ﷺ کے لائے ہوئے دین کی تصدیق اور اتباع کی ہے۔ ابو طالب نے کہا: یاد رکھو! یہ شخص آپ رضی اللہ عنہ کو خیر و بھلائی کی ہی دعوت دیتا ہے، پس اس کے دامن سے وابستہ رہو۔[1]

قصہ نمبر ۵ ﴿شہہ سواروں کے اخلاق﴾

غزوۂ احد میں لڑائی کے انگارے برس رہے تھے، مشرکین کی نعشیں بہادروں کی تلواروں کی زد میں آ کر اِدھر اُدھر بکھر رہی تھیں اور موت سروں پر منڈلا رہی تھی، اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسلمانوں کے علمبردار ہوئے تو مشرکین کے علمبردار ابو سعد بن ابی طلحہ نے ان کو دیکھا اور اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا میدانِ جنگ کے بیچ میں پہنچا جہاں گردنیں اڑ رہی تھیں اور فخریہ انداز میں کہنے لگا: کیا کوئی مردِ میدان ہے؟ کسی نے جواب نہیں دیا، اس نے غرور و تکبر کے لہجہ میں پکارا: کیا تم یہ نہیں کہتے کہ تمہارے مقتول جنت میں اور ہمارے مقتول دوزخ میں جائیں گے، کیا تم میں سے کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ وہ میری تلوار کے ذریعہ جنت میں چلا جائے یا میں اس کی تلوار سے دوزخ میں چلا جاؤں؟! حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اس مشرک ابو سعد بن ابی طلحہ کی پکار کا جواب دیتے ہوئے کہا: اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس وقت تک تجھ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک کہ تو مجھے اپنی تلوار سے جنت میں نہ پہنچا دے یا میں تجھے اپنی تلوار سے جہنم رسید نہ کر دوں۔ دونوں میدانِ کارزار میں نکلے دونوں کا مقابلہ ہوا دونوں نے اپنے اپنے وار کیے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کی ایک ضرب لگائی اور اس کی ٹانگ کاٹ دی، اور وہ زمین پر گر پڑا اور ابو سعد برہنہ ہو گیا۔ پھر وہ ملتجی ہوا: اے ابن عم! میں تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں اور تجھ سے رحم کی درخواست کرتا ہوں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس کو چھوڑ دیا، حضورِ اکرم ﷺ نے اللہ اکبر کہا، حضرت علی

[1] دیکھیے: "خلفاء الرسول ﷺ" (۴۴۸/۴۴۹)

رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے پوچھا: بھلا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا، اس کا کام ہی تمام کر دیتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب دیا کہ میرے سامنے اس کا ستر کھل گیا تھا اور اس نے مجھ سے رحم کی اپیل بھی کی تھی[۱]۔

قصہ نمبر ۶ ﴿حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا شفاء پانا﴾

رات کی تاریکی چھا چکی تھی اور مکہ اپنی گھاٹیوں کے ساتھ تاریک اندھیرے میں چھپ چکا تھا، اس دوران قرشی نوجوان علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اپنی لاٹھی کندھے پر ڈالی اور رات کے اندھیرے میں لوگوں سے چھپ چھپا کر رختِ سفر باندھا۔ بعد اس کے کہ آپ رضی اللہ عنہ تین روز تک ان امانتوں کی ادائیگی کے لیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کی تھیں، مکہ میں مقیم رہے۔ وہ نوجوان بلا تردد اور بلا خوف جرأت مندی کے ساتھ سفر طے کرتا رہا، رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں روپوش ہو جاتے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے حال یہ تھا کہ پاؤں مبارک سوج گئے اور پھٹ گئے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہ کی آمد کا علم ہوا تو فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو پیدل نہیں چل سکتے، زیادہ چلنے کی وجہ سے ان کے پاؤں متورم ہیں، چنانچہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ زمین پر پڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جذبۂ شفقت و رحمت سے رونے لگے اور شوق سے گلے لگایا۔ پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں لعاب دہن ڈال کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدموں کو لگا دیا تو وہ اس سے بالکل ٹھیک ہو گئے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تا دمِ حیات اپنے قدموں میں تکلیف نہیں ہوئی تھی[۲]۔

---

۱ دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۳/۷۷،۷۸)

۲ دیکھئے: ''الکامل لابن الاثیر'' (۲/۳۔۷)

قصہ نمبر ۲ ﴿علی رضی اللہ عنہ ہی جوانمرد ہیں﴾

تلواروں اور نیزوں کی جھنکار میں ایک شہسوار و بہادر آدمی عمرو بن عبدودّ نے اپنے گھوڑے کی پشت سے چھلانگ لگائی، اسلحہ سے لیس اور ہتھیار بند ہو کر غرور و تکبر کے لہجہ میں اپنی تلوار کو ہلاتے ہوئے کہنے لگا: ہے کوئی مردِ میدان ہے، جو میرے مقابلہ پر آئے؟ کسی صحابیؓ نے اس کی للکار کا جواب نہیں دیا، سب پر خاموشی طاری ہو رہی تھی، بھلا عمرو بن عبدود جیسے شہسوار کے مقابلہ کے لیے کون میدان میں آنے کی جرأت کر سکتا تھا، وہ تو اپنے ایک وار سے دسیوں کا کام تمام کرنے والا تھا۔ کوئی نہ بولا، ایک نوجوان کی آواز نے اس خاموشی کو توڑا جو اپنے عنفوانِ شباب میں پہنچا ہوا تھا اور ایمان اس کی رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا تھا، اور جس کا دل محبت نبوی ﷺ سے لبریز تھا، وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے عمرو بن عبدود کی للکار کا جواب دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کا مقابلہ کروں گا۔ نبی کریم ﷺ نے از راہ شفقت ان کی طرف دیکھا اور ان کی بھری جوانی کو دیکھتے ہوئے فرمایا: بیٹھ جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے، لیکن عمرو نے دوبارہ مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے کہا: کوئی مردِ میدان ہے جو میرے سامنے آئے؟ کہاں ہے تمہاری جنت؟ جس کے متعلق تمہارا گمان ہے کہ جو تم میں سے قتل ہوتا ہے وہ اس جنت میں جاتا ہے، کیا تم میرے مقابلہ میں کوئی آدمی نہیں بھیجو گے؟ کیا تم جنت کے خواہش مند نہیں ہو؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوبارہ اٹھے اور آنحضور ﷺ سے عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ کے لیے نکلتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے زجراً فرمایا: بیٹھ جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیٹھ گئے۔ لیکن عمرو کا استہزاء بڑھتا گیا اور وہ اکیلا معرکۂ کارزار میں اترانے لگا اور اپنی تیز تلوار کو لے کر دندنانے لگا اور یہ رجز پڑھنے لگا:

ولقد بححت من النداء　　　لجمعهم هل من مبارز؟

ووقفت إذ جَبُن المشجع — موقف القرن المناجز

ولذالک إنی لم أذل — متسرعاً قبل الھزاھز

إن الشجاعة فی الفتی — والجود من خیر الغرائز

''ان سب کو پکار پکار کر میرا گلا بیٹھ گیا کہ ہے کوئی جو مقابلہ میں آئے، جب میں قرن المناجز مقام پر کھڑا اور ان کے بہادر بزدل ہو گئے، اور اسی لیے میں ہمیشہ عمدہ تلوار کی جانب لپکتا ہوں، شجاعت اور بہادری جوانمردوں میں ہوتی ہے اور جود وسخا اس کی بہترین خصلت ہے۔''

جب عمرو بن عبدودّ نے دلوں کو ہلا دینے والے کلمات کہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بجلی بن کر گرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا، دوڑتے ہوئے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کے مقابلہ میں نکلتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے (اس بار بھی) یہی فرمایا: بیٹھ جاؤ، جانتے ہو وہ عمرو ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو کلا علی اللہ کہا کہ خواہ وہ عمرو ہی ہو پھر یہ نوجوان، قدم جماتے ہوئے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو بن عبدودّ کے قریب پہنچے اور یوں مترنم ہوئے ؎

لاتعجلنّ فقد أتاک — مجیب صوتک غیر عاجز

فی نیّة و بصیرة — والصدق منجی کلّ فائز

من ضربة نجلاء — یبقی ذکرھا عند الھزاھز

''جلدی نہ کرو، تیری پکار کا جواب دینے والا تیرے سامنے آ گیا ہے، وہ بے بس نہیں ہے، پوری نیت اور بصیرت کے ساتھ آیا ہے، سچائی ہی ہر کامیاب ہونے والے کو نجات دیتی ہے، جو نیزوں سے ایسی ضرب لگائے گا کہ سب یاد رکھیں گے۔''

پھر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ عمرو کے گھوڑے کے پاس پہنچے اور عمرو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور

دہشت زدہ ہوکر پوچھا: اے جوان! تو کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب ہوں، عمرو نے کہا: اے بھتیجے! تمہارے بڑے کہاں ہیں جو عمر میں تجھ سے بڑے ہوں، میں تمہارا خون بہانا پسند نہیں کرتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمرو! تو نے خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر کوئی قریشی آدمی تجھے دو اچھی باتوں میں سے کسی ایک کی دعوت دے گا تو تو اس کو قبول کرے گا۔ عمرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ ہاں، میں نے کہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لہٰذا میں تجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے ہنستے ہوئے کہا: مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ پھر میں تجھے قتال کی دعوت دیتا ہوں، عمرو نے کہا: اے بھتیجے! کیوں؟ لات کی قسم! میں تجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا لیکن واللہ! میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں۔ عمرو کو غصہ آ گیا، اس کی رگیں غصہ سے پھول گئیں اور دانت پیسنے لگا۔ اس نے اپنی ہیبت اور عزت کا انتقام لینے کا ارادہ کیا، چنانچہ اس نے نیام سے تلوار نکالی اور وہ آگ کے شعلہ کی طرح اس کے ہاتھ میں آئی اور اس قریشی نوجوان پر اپنا غیظ وغضب ڈھانے کے لیے آگے بڑھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈھال سے اس کے وار کا بچاؤ کیا، عمرو نے اپنی تلوار کے وار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ڈھال کو توڑ دیا اور تلوار اس میں پھنس گئی اس وار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سر زخمی ہوگیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کے کندھے پر تلوار ماری جس سے عمرو خون میں لت پت ہوکر گر پڑا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہوگئیں: اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لافتی الا علی، لافتی الا علی، یعنی علی رضی اللہ عنہ ہی جوان مرد ہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ظفر یاب ہوکر واپس لوٹے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

أعلی تقتحم الفوارس هكذا   عنی وعنهم أخروا أصحابی

عبدالحجارة من سفاهة رأيه   وعبدت رب محمد بصواب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی

زرہ کیوں نہیں اتار لی، اہل عرب کے پاس تو اس سے اعلیٰ کوئی زرہ نہیں ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: مجھے حیا آئی کہ میں اپنے ابن عم کی زرہ اُتاروں [۱]۔

قصہ نمبر ۸ ﴿ایک فقیر اور اشرفیاں﴾

امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی مجلس میں ایک ضعیف البدن آدمی آ گھسا، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور پیشانی ابھری ہوئی تھی اور فقر و حاجت اور افلاس و بھوک کے آثار اس پر ظاہر ہو رہے تھے اور جو کپڑے اس نے پہن رکھے تھے اس میں بے شمار پیوند لگے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ قریب آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، اس کے ہونٹ مارے حیاء کے کانپ رہے تھے، پھر اس نے اپنے اوپر ضبط کرنے کے بعد بارگاہِ خلافت میں اپنی نحیف آواز کے ساتھ عرض کیا: یا امیر المؤمنین! میں ضرورت مند ہوں، میں نے اپنی حاجت آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں بھی پیش کی ہے۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ میری حاجت روائی کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آپ رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے میری حاجت پوری نہ کی تو میں اللہ کی تو تعریف کروں گا اور آپ رضی اللہ عنہ کا عذر قبول کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات زمین پر لکھو، کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تیرے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھوں۔ اس آدمی نے زمین پر لکھ دیا کہ میں حاجت مند ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک جوڑا (کپڑوں کا) پیش کیا جائے۔ جوڑا لایا گیا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہ جوڑا اس آدمی کو پہنا دیا۔ پھر اس آدمی نے یہ اشعار کہے ؎

إن نلت حسن ثنائی نلت مکرمة	ولست تبغی بما قد قلته بدلا
إن الثناء لیحیی ذکر صاحبه	کالغیث یُحیی نداه السهل والجبلا
لاتزهد الدهر فی خیر تُوفّقه	فکل عبد سیجزی بالذی عملا

[۱] دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۳/۲۳۶)

''آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کپڑوں کا ایسا جوڑا پہنایا جس کی خوبیاں پرانی ہو جائیں گی لیکن میں آپ رضی اللہ عنہ کو حسنِ تعریف کے جوڑے پہناؤں گا، اگر آپ رضی اللہ عنہ کو میری حسن تعریف حاصل ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے عزت کی چیز کو حاصل کیا اور جو کچھ میں نے کہا ہے آپ اس کا بدل نہیں ڈھونڈیں گے۔ کسی کی تعریف، اس ممدوح کے ذکر کو زندہ رکھتی ہے جیسے شیر کی آواز میدانوں میں اور پہاڑوں میں زندہ رہتی ہے، تو کبھی بھی خیر کے کام سے بے رغبت نہ ہو جس کی تجھے توفیق ملے، کیونکہ ہر بندے کو اس کے عمل کا بدلہ ملنے والا ہے۔''

(جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے اشعار سنے تو) فرمایا: اشرفیاں لاؤ، چنانچہ سو دینار لائے گئے، آپ رضی اللہ عنہ نے اس فقیر کو دے دیئے۔ اصبغ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو حلّہ (جوڑا) اور سو دینار دے دیئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں، میں نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو ان کے درجات پر اتارو'' میرے نزدیک اس آدمی کا یہی مرتبہ تھا۔[1]

قصہ نمبر ۹ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سونا و چاندی﴾

ابن التیّاح دوڑتا ہوا بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوا، اس نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کے ذکر سے اہل مجلس کو معطر کیے ہوئے ہیں۔ ابن التیاح نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! بیت المال زرد اور سفید مال سے بھر گیا ہے۔ (یعنی سونے اور چاندی سے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور ابن التیاح کا سہارا لیے بیت المال پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے سونے چاندی کو الٹ

---

[1] دیکھیے: ''الکنز'' (۶/۶۳۰)

پلٹ کرتے ہوئے فرمایا: اے زرد مال! اے سفید مال! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے وہ مال مسلمانوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بیت المال میں ایک درہم یا ایک دینار بھی باقی نہ رہا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کو صاف کرنے اور پانی چھڑکنے کا حکم دیا اور پھر وہاں دو رکعتیں نماز ادا کیں۔[1]

قصہ نمبر ۱۰﴿اے علی رضی اللہ عنہ! تیرا مرتبہ ایسا ہے جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا﴾

جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں رہنے کا حکم دیا اور خود ہجرت پر تشریف لے گئے تو منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معمولی حیثیت کا خیال کر کے اور اپنے پر بوجھ سمجھتے ہوئے چھوڑ گئے ہیں۔ منافقین کی یہ باتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اسلحہ اٹھایا اور نکلے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مدینہ کے قریب مقام ''جرف'' میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! منافقین یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اس لیے چھوڑ آئے ہیں کہ آپ مجھے اپنے لیے بوجھ سمجھتے تھے اور مجھے کم حیثیت خیال کرتے تھے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سختی سے فرمایا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تو محض ان امانتوں کی وجہ سے تجھے پیچھے چھوڑا تھا اب تم واپس جاؤ اور میرے اہل وعیال اور اپنے اہل وعیال کی خبر گیری کرو اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے بنو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلا کے لیے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (یہ سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رنج وغم دور ہوا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی پھر آپ رضی اللہ عنہ مکہ واپس آ گئے۔[2]

---

[1] دیکھیے: ''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب من المیلاد إلی الاستشهاد'' (ص ۵۹)

[2] دیکھیے: ''تاریخ الطبری'' (۳/۱۰۳تا۱۰۴)

قصہ نمبر ۱۱ ﴿سب سے بہادر شخص کون ہے؟﴾

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کوفہ میں تھے۔ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش کرانے لگے تاکہ سابقین اولین کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں، آپ رضی اللہ عنہ مخاطب ہوئے، لوگو! مجھے بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا: امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرمایا کہ میں نے کسی سے مبارزت طلب نہیں کی مگر اس سے پورا انتقام لیا، لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم۔ امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ ہی بتا دیں کہ کون ہو سکتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب سے بہادر آدمی، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک عریش بنایا تو ہم نے کہا کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا تاکہ مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں تو خدا کی قسم! ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نہیں ہوا، ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پر کھڑے تھے اور تلوار سونتی ہوئی تھی، دشمن کی طرف سے جو بھی قریب آتا آپ رضی اللہ عنہ فوراً اپنی تلوار سے اس پر وار کرتے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی سب سے بہادر آدمی ہیں[1]۔

قصہ نمبر ۱۲ ﴿اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا﴾

ایک عورت آنسو بہاتے ہوئے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اس کا حال یہ تھا کہ کپڑے میلے کچیلے تھے، ننگے پاؤں تھی، پیشانی اور رخساروں سے خون بہہ رہا تھا اور اس عورت کے پیچھے ایک طویل القامت آدمی کھڑا تھا، اس آدمی نے زوردار آواز میں کہا: اے زانیہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسئلہ کیا ہے؟ اس

[1] دیکھیے: ''مجمع الزوائد'' (۹/۴۶۱)

آدمی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اس عورت کو سنگسار کریں، میں نے اس سے شادی کی تھی اور اس نے چھ مہینہ میں ہی بچہ جنم دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے برابر بیٹھے تھے، کہا: اے امیر المؤمنین! یہ عورت زنا سے بری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا'' (الاحقاف: ۱۵) اور دوسری جگہ فرمایا ہے:
''وَفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ'' (لقمان: ۱۴) تو جب ہم اس سے رضاعت کی مدت نکالیں گے جو کہ تیس مہینوں میں سے چوبیس مہینے ہیں تو چھ ماہ ہی باقی رہ جائیں گے، لہٰذا ایک عورت چھ ماہ میں بچہ جن سکتی ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا چہرہ دمک اٹھا اور فرمایا: اگر (آج) علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا[1]۔

قصہ نمبر ۱۳ ﴿ایک عورت اور سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہ﴾

رات کے اندھیرے میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مکہ سے روانہ ہوئے اور صبح کی روشنی ہونے سے پہلے پہلے مدینہ منورہ پہنچنے کا عزم کیا تاکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مل جائیں۔ قباء میں ایک دو راتیں قیام کرنے کے دوران آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کوئی آدمی رات کے وقت ایک مسلمان عورت کے پاس آتا ہے، گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، عورت باہر آتی ہے تو وہ اس کو کچھ دیتا ہے اور عورت وہ چیز لے لیتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے متعلق شک ہوا، اس سے پوچھا: اے خدا کی بندی! یہ آدمی کون ہے جو ہر شب تیرے گھر کے دروازے پر آ کر دستک دیتا ہے اور تو باہر نکلتی ہے اور وہ پھر تجھے کچھ دے کر چلا جاتا ہے، میں اس آدمی کو نہیں جانتا لیکن تم تو ایک مسلمان عورت ہو اور تمہارا خاوند بھی نہیں ہے؟! اس عورت نے کہا کہ وہ سہل بن حنیف بن واہب رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہیں علم ہے کہ میں ایک ایسی عورت ہوں

[1] دیکھئے: ''امیر المؤمنین علی بن اَبی طالب'' (ص ۶۲)

کہ میرا اور کوئی نہیں ہے، وہ رات کو اپنی قوم کے (لکڑی) کے بتوں کو توڑ کر لکڑیاں مجھے دے جاتا ہے تاکہ میں ان کو جلا کر کھانا پکا سکوں[۱]۔

قصہ نمبر ۱۴ ﴿امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے آنسو﴾

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ پرانے و بوسیدہ کپڑے پہنے شکستہ و خستہ حال بیٹھے تھے اور ذکر و تسبیح میں مشغول تھے کہ ابو مریم (ایک غلام) حاضر خدمت ہوئے اور متواضعانہ انداز میں دوزانو بیٹھ کر عارض ہوئے: یا امیر المؤمنین! میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اے ابو مریم! تمہاری کیا درخواست ہے؟ ابو مریم نے کہا کہ میری درخواست یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے جسم سے یہ چادر اتار دیں یہ بہت پرانی اور بوسیدہ ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے چادر کا کونہ اپنی آنکھوں پر رکھا اور زار و قطار رونے لگے۔ ابو مریم نے شرمسار ہو کر کہا: اے امیر المؤمنین! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو میری اس بات سے تکلیف ہوگی تو میں آپ رضی اللہ عنہ کو چادر اتارنے کا کبھی نہ کہتا۔ جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے آنسو ذرا تھمے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا: ''اے ابو مریم! اس چادر سے میری محبت روز بروز بڑھتی جاتی ہے، کیونکہ یہ چادر مجھے میرے خلیل اور میرے حبیب نے ہدیہ کے طور پر دی تھی۔ ابو مریم نے بنظر استعجاب پوچھا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کے خلیل کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے خلیل حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے ساتھ مخلص تھے، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ دوبارہ رونے لگے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک سے گونج دار آواز آنے لگی[۲]۔

---

[۱] دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۲/ ۱۳۸، ۱۳۹)

[۲] دیکھئے: ''المدینۃ المنورۃ'' (۳/ ۹۳۸)

قصہ نمبر ۱۵ ﴿حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا مہر﴾

ایک عورت دوڑتی ہوئی آئی اور گھر میں داخل ہونے کے بعد ابن عم رسول ﷺ، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہنے لگی: کیا آپ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی طرف سے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا پیغام نکاح دیا گیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متأسف ہو کر کہا کہ مجھے تو اس بات کا علم نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے، حضور ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے، میں کس طرح شادی کروں گا؟ اس نے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ، آنحضور ﷺ کی خدمت میں جائیں گے تو حضور ﷺ ان کی شادی آپ رضی اللہ عنہ سے کر دیں گے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ مانگیں گے۔ وہ عورت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اصرار کرتی رہی، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے، جب آنحضور ﷺ کے سامنے بیٹھے تو رسول اللہ ﷺ کے رعب و جلال کی بناء پر خاموش رہے اور کوئی بات نہ کر سکے۔

نبی مکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ! کیسے آئے ہو؟ کیا کوئی کام ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہ بولے اور حیا و شرم کے مارے چپ رہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ لگتا ہے تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیام نکاح دینے آئے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جی ہاں، نبی کریم ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس اس کو حلال کرنے کے لیے کچھ ہے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی کہ بخدا! کچھ نہیں ہے، یا رسول اللہ! حضور پر نور ﷺ نے پوچھا کہ تم نے اس زرہ کا کیا کیا جو میں نے تجھے ہتھیار کے طور پر دی تھی؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ وہ تو میرے پاس ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ زرہ حُطمی ہے جس کی قیمت چار

سو درہم ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا: ”میں نے تیری شادی اس سے کر دی، پس تم اس کو میری طرف بھیجو[1]۔

قصہ نمبر ۱۶ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرب تھے﴾

ایک دن سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے والدِ گرامی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایامِ مرض وفات میں ملنے گئیں۔ جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ضرور پوچھتے کہ کیا علی رضی اللہ عنہ بھی آئے ہیں؟ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے کوئی ضروری کام درپیش ہو۔ اس بار بھی ایسا ہوا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ نہیں...... ابھی تک تو نہیں آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جو عورتیں اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی تھیں باہر نکل کر دروازہ پر بیٹھ گئیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں دروازہ کے قریب تھی کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگے، پھر اسی روز نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم دنیا سے رخصت ہوئے، پس حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب تھے[2]۔

قصہ نمبر ۱۷ ﴿حضرت علیؓ اور ایک مغرور یہودی﴾

ایک یہودی شخص ”مرحب“ اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہوا، وہ بڑا مغرور و متکبر سردار تھا اور بڑے جوش وخروش سے یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلا:

---

[1] دیکھئے: ”فضائل الصحابۃ“ (۲/۷۱۸)

[2] دیکھئے: ”مسند احمد“ (۶/۳۰۰) و”فضائل الصحابۃ“ (۲/۶۸۶)

قد علمت خيبر أني مرحب شاكي السلاح بطل مجرّب
إذا الحروب اقبلت تلهّبُ

''خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار بند ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں، جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے۔''

عامر بن سنان رضی اللہ عنہ اس رجز کا جواب دیتے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ کہا:

قد علمت خيبر أني عامر شاكي السلاح بطل مغامر

''خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں عامر ہوں، ہتھیار بند ہوں، بہادر ہوں اور جان کی بازی لگانے والا ہوں۔''

دونوں باہم صف آرا ہوئے، تلواریں چلیں، مرحب یہودی کی تلوار حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی ڈھال میں گھس گئی، حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے نیچے سے وار کرنے کا ارادہ کیا تو اپنی تلوار لگی اور شہید ہو گئے۔ لوگ کہنے لگے: عامر رضی اللہ عنہ کے اعمال ضائع ہو گئے اس نے اپنی جان کو خود ہی قتل کر دیا۔ حضرت سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: اے سلمۃ رضی اللہ عنہ! تجھے کیا ہوا؟ سلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعمال ضائع کر دیئے۔ (یہ سن کر) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیّر ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا: ''اے سلمہ رضی اللہ عنہ! یہ بات کس نے کہی ہے۔ سلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا کہہ رہے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وہ جھوٹ کہتے ہیں، بلکہ عامر رضی اللہ عنہ کے لیے دوہرا اجر ہے۔'' اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو علَم مرحمت فرمایا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مرحب یہودی کے مقابلہ میں آئے جو یہ کہہ رہا تھا:

قدعلمت خيبر أني مرحب شاكي السلاح بطل مجرب
إذا الحروب أقبلت تلهّبُ

''خیبر مجھ کو جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار سے لیس ہوں،

بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں، جب کہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے۔"

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کے متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھے اور یہ کہا:

أنا الذی سمّتنی أُمّی حیدرة　　　کلیث غابات کریه المنظره

أوفیهم بالصّاع کیل السّندرة

"میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے، جھاڑی کے شیر کی طرح مہیب اور خوفناک، میں دشمنوں کو نہایت سرعت سے قتل کر دیا کرتا ہوں۔"

پھر اس کے قریب پہنچے اور مرحب پر ایسا حملہ کیا جیسے شیر اپنے شکار پر حملہ کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار آسمان کی طرف اٹھائی اور مرحب کے سر پر تلوار کا وار کر کے اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ مرحب بیل کی طرح خون میں لت پت ہو کر گر پڑا۔ اور سسک سسک کر مر گیا[۱]۔

قصہ نمبر ۱۸ ﴿کون خلیفہ بنے گا؟﴾

صبح ہوئی، سورج نے اپنی سنہری کرنیں مدینہ منورہ پر چھوڑنا شروع کیں، لوگ حضور ﷺ کی صحت معلوم کرنے کے لیے جمع تھے، آنحضرت ﷺ بستر مرض پر پڑے تھے۔ جب حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، حجرۂ اقدس ﷺ سے نکل کر باہر آئے تو جو لوگ گھر کے سامنے کثیر ازدحام کی شکل میں کھڑے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے: اے ابو الحسن رضی اللہ عنہ! رسول اللہ ﷺ نے صبح کس حال میں فرمائی؟ آنحضور ﷺ کی صحت کیسی ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے، حضور ﷺ کی صحت ٹھیک ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں ایک طرف لے گئے، پھر ان کے کان میں کہا کہ میرا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس مرض میں وفات ہو جائے گی اس لیے آپ

---

[۱] دیکھئے: "مسند احمد" (۵۲/۴)

رضی اللہ عنہ جائیں اور آنحضور ﷺ سے دریافت فرمائیں کہ آپ ﷺ کے بعد اس امر خلافت کا حق دار کون ہوگا؟ اگر اس امر خلافت کے مستحق ہم لوگ ہوئے تو ہمیں اس کا علم ہو جائے گا اور اگر دوسرے لوگ اس کے اہل ہوئے تو آنحضرت ﷺ اس کے لیے حکم فرما دیں گے اور ہمیں اس کی وصیت کر جائیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر ہم نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو ہمیں آپ ﷺ اس سے روک دیں گے پھر لوگ ہمیں کبھی بھی نہیں دیں گے، خدا کی قسم! میں اس خلافت کے بارہ حضورِ اکرم ﷺ سے کبھی نہیں پوچھوں گا[1]۔

قصہ نمبر ۱۹ ﴿امیر المؤمنینؓ، عدالت کے سامنے﴾

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی، جب تلاش کی تو ایک یہودی کے پاس سے ملی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے فرمایا: ''یہ میری زرہ ہے، میں نے یہ زرہ نہ فروخت کی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی تھی۔ یہودی نے کہا: ''یہ میری زرہ ہے، کیونکہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو! قاضی کے پاس چلتے ہیں چنانچہ دونوں قاضی شریح کی عدالت میں گئے۔ شریح نے کہا کی جی امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کہیئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا کہ یہ زرہ جو اس یہودی کے پاس ہے، میری زرہ ہے، میں نے یہ زرہ نہ بیچی ہے اور نہ کسی کو ہبہ کی ہے۔ شریح نے پھر اس یہودی سے کہا کہ ہاں تم کیا کہتے ہو؟ یہودی نے کہا کہ یہ میری زرہ ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ پھر شریح نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی بیّنہ (ثبوت) ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! یہ قنبر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غلام) اور حسن رضی اللہ عنہ میرے گواہ ہیں کہ یہ زرہ میری ہے۔ شریح نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں تو جائز نہیں

---

[1] دیکھئے: ''تاریخ الطبری'' (۱۹۴،۱۹۳/۳)

ہے۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہے کہ یہ زرہ اس یہودی ہی کی ہے۔ وہ یہودی اس قضیہ سے بے حد متاثر ہوا اور متعجب ہو کر کہنے لگا: امیر المؤمنین خود مجھے اپنے قاضی کے پاس لے کر آئے اور ان کے قاضی نے بھی ان ہی کے خلاف فیصلہ سنا دیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ دین، دین حق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ اے امیر المؤمنین! یہ زرہ آپ رضی اللہ عنہ ہی کی ہے لے لیجیے[۱]۔

قصہ نمبر ۲۰ ﴿قیامت کے روز کچھ چہرے سفید اور کچھ سیاہ ہوں گے﴾

امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کو چشمہ والی زمین عطیہ میں دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے قریب قطعہ اراضی خرید کیا پھر پانی کے لیے اس جگہ کنواں کھودنے کا حکم دیا، دریں اثناء کہ لوگ کھدائی کر رہے تھے کہ زمین کے اندر سے پانی کا میٹھا ٹھنڈا چشمہ پھوٹ پڑا۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائیں، جب خبر دی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متواضعانہ انداز میں اپنا سر جھکا لیا اور فرمانے لگے: یہ تو وارث کے لیے ہی خوشی کی بات ہے۔ پھر اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگو! میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، پھر تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے پانی کا یہ چشمہ اور زمین، فقراء و مساکین پر صدقہ کر دی، جو اللہ کی راہ میں دور اور قریب کے مسافروں کے لیے امن و صلح دونوں حالتوں میں وقف ہے، اس دن کے لیے جس دن کچھ چہرے تو سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تا کہ اللہ تعالیٰ اس (صدقہ) کے ذریعہ مجھے دوزخ سے بچا لے اور دوزخ کی آگ کو مجھ سے دور ہٹا دے[۲]۔''

---

[۱] دیکھئے: ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' (۱/۲۲۰)

[۲] دیکھئے: ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' (۱/۲۲۰)

قصہ نمبر ۲۱ ﴿ایک مقدمہ کا دلچسپ فیصلہ﴾

دو شخص تھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں، دونوں کھانا کھانے کے لیے ایک جگہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ایک تیسرا آدمی بھی آ گیا، اس نے سلام کیا، انہوں نے اس کو بھی بیٹھنے کا کہا، چنانچہ وہ بھی کھانے میں شریک ہوا، جب آٹھ روٹیاں کھا کر سب فارغ ہو گئے تو اس آدمی نے آٹھ درہم اپنے حصے کی روٹیوں کی قیمت دے دی اور آگے بڑھ گیا۔ جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اس نے سیدھا حساب یہ کیا کہ اپنی پانچ روٹیوں کی قیمت پانچ درہم لی اور دوسرے کو ان کی تین روٹیوں کی قیمت تین درہم دینے چاہے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوا اور نصف کا مطالبہ کیا۔ یہ معاملہ عدالت مرتضوی میں پیش ہوا، دونوں نے اپنا قضیہ پیش کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوسرے کو نصیحت فرمائی کہ تمہارا رفیق جو فیصلہ کر رہا ہے اس کو قبول کر لو اس میں زیادہ تمہارا نفع ہے لیکن اس نے کہا کہ حق کے ساتھ جو فیصلہ ہو مجھے منظور ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا :حق تو یہ ہے کہ تم کو صرف ایک درہم اور تمہارے رفیق کو سات درہم ملنے چاہئیں۔ اس عجیب فیصلہ سے وہ متحیر ہو گیا، کہنے لگا کہ مجھے ذرا وضاحت سے سمجھایئے تاکہ میں اس فیصلہ کو قبول کروں! حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم تین آدمی تھے، تمہاری تین روٹیاں تھیں اور تمہارے رفیق کی پانچ، تم دونوں نے برابر کھائیں اور ایک تیسرے کو بھی برابر حصہ دیا۔ تمہاری تین روٹیوں کے حصے تین جگہ کیے تو نو ٹکڑے ہوئے، تم اپنے نو ٹکڑوں اور اس کے پندرہ ٹکڑوں کو جمع کرو تو ۲۴ ٹکڑے ہوتے ہیں، تینوں میں سے ہر ایک نے برابر ٹکڑے کھائے تو فی کس آٹھ ٹکڑے ہوتے ہیں، تم نے اپنے نو میں سے آٹھ خود کھائے اور ایک تیسرے مسافر کو دیا اور تمہارے رفیق نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور سات تیسرے کو دیئے، اس لیے آٹھ درہم میں سے ایک درہم کے تم مستحق ہو اور سات کا تمہارا رفیق مستحق ہے۔ (یہ تفصیل سن کر) وہ آدمی مسکرایا اور کہنے لگا: اب میں سمجھ گیا، خوش ہو گیا![1]

---

[1] دیکھیے: ''تاریخ الخلفاء'' للسیوطی (۲۸۵، ۲۸۶)

قصہ نمبر ۲۲ ﴿حضرت علی مرتضیٰؓ اور سونے کے برتن﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے غلام ''قنبر'' حاضر خدمت ہوئے اور ناصحانہ انداز میں کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ تو کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتے، آپ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کا بھی اس مال میں حصہ ہے، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے ایک چیز چھپا رکھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حیرت سے پوچھا: وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا کہ میرے ساتھ چلیئے! قنبر آگے بڑھے، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ان کے پیچھے پیچھے چلے حتیٰ کہ ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے، اس میں ایک دیوار کے نیچے بڑی بوری سی رکھی ہوئی تھی جسے ایک چادر سے ڈھانپا گیا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو کھولا تو پتہ چلا کہ یہ سونے کے برتنوں اور چاندی کے برتنوں سے بھری ہوئی ہے جس پر سونا جڑا ہوا ہے۔ جب دیکھا تو فرمایا: تیرا ناس ہو! تم تو میرے گھر میں ایک بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو؟ پھر ان برتنوں کا وزن کرتے گئے اور لوگوں میں تقسیم کرتے گئے۔ اور ساتھ ساتھ یہ فرمارہے تھے: اے دنیا! جا! کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔

قصہ نمبر ۲۳ ﴿اللہ تعالیٰ کا اپنے دوستوں کی مدد فرمانا﴾

عصر سے کچھ پہلے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں گھومتے ہوئے احجار الزیت (مقام) پر پہنچے، آپ رضی اللہ عنہ نے یہاں دیکھا کہ کچھ لوگ ایک سوار شخص کے پاس جمع ہیں جو بہت بُری اور ناگوار آواز کے ساتھ چیخ رہا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ یہ آدمی جو اپنی اونٹنی پر سوار ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کر رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ طیش میں آگئے، سارے مجمع کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھے اور اس سوار سے کہا: اے فلاں! تو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں تنقیص کیوں کر رہا ہے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے مسلمان ہونے والے شخص نہیں ہیں؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ زاہد فی الدنیا (دنیا سے بے رغبت) نہیں ہیں؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے بڑے عالم نہیں ہیں؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے داماد نہیں ہیں، حضور ﷺ نے اپنی بیٹی ان سے نہیں بیاہی تھی؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے علم بردار نہیں رہے؟ اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ قبلہ رخ ہو کر اس آدمی کے خلاف یوں بددعا کرنے لگے: اے اللہ! اس آدمی نے تیرے ایک دوست کی شان میں گستاخی کی ہے، لوگوں کا یہ مجمع اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک کہ تو ان لوگوں کو اپنی قدرت کا مشاہدہ نہ کرا دے..... خدا کی قسم! ابھی لوگ واپس نہیں لوٹے تھے کہ جس اونٹنی پر وہ آدمی سوار تھا اس نے زوردار جھٹکا دیا اور اس کو نیچے پھینک دیا جس سے اس کا سرتن سے جدا ہو کر دور جا گرا اور دماغ پھٹ گیا اور وہیں مر گیا[1]۔

قصہ نمبر ۲۴ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قلعہ کا دروازہ﴾

معرکہ جاری تھا اور موت سروں پر منڈلا رہی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ شوقِ شہادت میں آگے بڑھے اور میدانِ کارزار میں اپنی جان کی بازی لگاتے ہوئے بغیر کسی تردد کے لڑنے لگے، یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بہت سے یہودیوں کو ٹھکانے لگا دیا۔ قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے، اچانک قلعہ کے پہرے داروں کا ایک گروہ نکلا، اس گروہ کے ایک آدمی نے آپ رضی اللہ عنہ پر اس زور کا وار کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ڈھال گر گئی۔ (یہ دیکھ کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یا تو میں بھی (شہادت کا) وہی مزا چکھوں گا جو حمزہ رضی اللہ عنہ نے چکھایا پھر اللہ تعالیٰ ضرور میرے لیے اس کو کھول دے گا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ ایک

---

[1] دیکھیے: ''المستدرک'' للحاکم (۳/۵۰۰) وصححہ ووافقہ الذہبی۔

شیر کی طرح پرانے دروازہ کی طرف جلدی سے دوڑے جو قلعہ کے پاس پڑا ہوا تھا، اس دروازہ کو اٹھایا اور اس کو ڈھال کی طرح اپنے بچاؤ کا ذریعہ بنایا، جب تک لڑتے رہے وہ دروازہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہی رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح فرمایا تو پھر اس دروازہ کو پھینک دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ''ابو رافع رضی اللہ عنہ'' فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کا لشکر اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے اپنے سات ساتھیوں سمیت یہ کوشش کی کہ اس دروازہ کو جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اٹھا رکھا تھا، زمین سے اٹھائیں یا دروازہ کو الٹا دیں مگر ہم نہ اٹھا سکے[1]۔

قصہ نمبر ۲۵ ﴿حضرت فاطمہؓ کا خادمہ کی درخواست کرنا﴾

اس سے قبل کہ آفتاب اپنی سنہری کرنیں زمین پر چھوڑتا اور اپنی نیند سے بیدار ہوتا حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا گھر کے سارے کام کاج کرنے لگیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی پیاری تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اناج لے کر اس کو چکی سے پیسنا شروع کیا حتیٰ کہ ہاتھ میں ورم آ گئے اور گڑھے پڑ گئے، پھر مشکیزہ اٹھایا اور اس میں پانی بھرنے لگیں حتیٰ کہ گردن میں نشان پڑ گئے، پھر جھاڑو لے کر گھر کا سارا کوڑا کرکٹ نکالنے لگیں حتیٰ کہ گردوغبار سے آپ رضی اللہ عنہا کا دوپٹہ بھر گیا، پھر آگ پر ہانڈی چڑھائی اور اس میں پھونکنا شروع کیا۔ اور لکڑیاں جلانے لگیں حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہا کے کپڑے میلے ہو گئے۔ ان تمام کاموں کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کو شدید تکلیف لاحق ہوئی۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی اور خادم (غلام) آئے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ دوڑے ہوئے آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ قیدی اور خادم آئے ہوئے ہیں، تم جاؤ اور آنحضور

---

[1] دیکھیے: ''البیہقی فی دلائل النبوۃ'' (۴/۲۱۲)، ''البدایۃ والنہایۃ'' (۴/۱۸۹)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک خادم مانگ لو۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے خادم کی درخواست کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں دیا۔ اور فرمایا: ''کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتادوں، (وہ یہ ہے کہ) جب تم اپنے بستر پر لیٹنے کے لیے آؤ تو تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کی تسبیح پڑھ لیا کرو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حیا وشرم سے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راضی ہوں، میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راضی ہوں۔ پھر گھر واپس آ گئیں[۱]۔

قصہ نمبر ۲۶ ﴿ایک نیکی کا اجر دس گناہ ملتا ہے﴾

پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک فقیر آیا، جو فقر و ذلت کا مارا ہوا تھا اور بدن بھی نہایت کمزور ونحیف تھا۔ بارگاہِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہو کر دست سوال دراز کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اپنی اماں کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا جان نے آپ رضی اللہ عنہا کو جو چھ درہم دیئے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے: وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے یہ چھ درہم آٹے کے لیے رکھ چھوڑے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے کا ایمان اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی چیز کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر زیادہ بھروسہ نہیں کرتا جو اس کے پاس ہیں۔ پھر فرمایا: ان سے جا کر کہو کہ چھ کے چھ درہم بھیج دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چھ کے چھ درہم بھیج دیئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ چھ کے چھ درہم اس سائل کو دے دیئے۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی مجلس سے اٹھے نہیں تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے پاس اونٹ تھا، وہ اس کو بیچنا چاہتا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی! یہ اونٹ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا کہ ایک سو چالیس درہم کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

[۱] دیکھئے: ''فضائل الصحابۃ'' (۲/۷۰۶)

کہ اس کو یہیں باندھ دو، میں تجھے اس کی قیمت بعد میں دے دوں گا، اس آدمی نے ایسا ہی کیا، اونٹ باندھا اور جہاں سے آیا تھا چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور آدمی آیا، اس نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علی رضی عنہ نے فرمایا کہ میرا ہے اس نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کو بیچیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، اس آدمی نے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ یہ اونٹ کتنے کا بیچیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دو سو درہم کا۔ اس آدمی نے کہا کہ ٹھیک ہے، میں نے یہ اونٹ خرید لیا۔ اس نے اونٹ پکڑا اور دو سو درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سو چالیس درہم اس آدمی کو دے دیئے جس سے اونٹ خریدا تھا اور باقی ساٹھ درہم لے کر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے یہ وعدہ کیا ہے کہ:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ (الانعام: ۱۶۰)

''یعنی جو ایک نیکی لائے گا اس کو دس گنا ملے گا[1]''

قصہ نمبر ۲۷ ﴿تین درہم کا کپڑا﴾

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بازار کی طرف نکلے، آپ رضی اللہ عنہ اپنے لیے نیا کپڑا خریدنا چاہتے تھے، جب کپڑے کی دکان پر پہنچے تو کپڑا بیچنے والے سے کہا کہ مجھے تین درہم کا کوئی کپڑا دکھاؤ۔ جب دکاندار نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اکرام کا اندیشہ ہوا کیونکہ وہ امیر وحکمران تھے۔ اس لیے اس سے کپڑا نہیں خریدا اور دوسرے دکاندار کے پاس چلے گئے، جب اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو اس سے بھی نہیں خریدا، اس طرح ہوتے ہوئے آپ ایک چھوٹے لڑکے کے پاس پہنچے اور اس سے ایک کرتہ تین

[1] دیکھیے: ''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشہاد ص ۶۳''

درہم کا خریدا۔ اس کو زیب تن فرمایا تو وہ گٹوں سے ٹخنوں تک تھا۔ جب دکان دار آیا تو کسی نے اس سے کہا کہ تیرے بیٹے نے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو تین درہم میں کپڑا فروخت کیا، بھلا امیر المؤمنین سے دو درہم ہی لے لیے جاتے؟ دکاندار نے ایک درہم لیا اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس گیا اور عرض کیا: یا امیر المؤمنین! یہ اپنا درہم لے لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے متحیر ہو کر فرمایا کہ یہ درہم میرا تو نہیں ہے۔

اس آدمی نے کہا کہ امیر المؤمنین! جو کرتہ آپ رضی اللہ عنہ نے خریدا ہے اس کی قیمت دو درہم تھی لیکن میرے بیٹے نے غلطی سے تین درہم کا بیچ دیا۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مسکرائے اور فرمایا: آپ کے بیٹے نے یہ کرتہ میری رضا مندی سے مجھے بیچا ہے اور میں نے بھی اس کی رضا مندی سے کپڑا خریدا ہے۔ (یہ سن کر) اس آدمی نے اپنا درہم لیا اور واپس اپنی دکان پر چلا گیا[1]۔

قصہ نمبر ۲۸ ﴿اپنے اعزّہ کو خدا کے عذاب سے ڈرایئے﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سال تک لوگوں کو پوشیدہ طور پر اللہ کی طرف دعوت دیتے رہے، لیکن جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾(الشعراء: ۲۱۴)

''اپنے قریبی اعزہ کو خدا کے عذاب سے ڈرایئے۔''

تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا اور ان کے لئے کھانے پینے کا انتظام کیا، سب نے خوب سیر ہو کر کھایا، مگر کھانا جوں کا توں باقی تھا جیسے کسی نے چھوا تک نہ ہو اور خوب سیر ہو کر پیا مگر مشروب جوں کا توں (بطور معجزہ کے) باقی تھا جیسے کسی نے مَس بھی نہ کیا ہو۔ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بنو عبد المطلب! میں تمہاری طرف بطورِ خاص اور تمام لوگوں کی طرف بالعموم مبعوث ہوا ہوں۔ پھر متذکرہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا: تم میں سے کون اس بات پر بیعت (عہد) کرتا ہے کہ وہ

[1] دیکھیے: ''منتخب کنز العمال'' (۵/۵۷)

میرا بھائی اور دوست بنے گا؟ ان میں سے کوئی بھی نہیں اٹھا، سب پر خاموشی چھائی تھی، جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ لیکن اس خاموشی کو ایک بچہ نے یہ کہہ کر توڑ دیا میں بنوں گا...... وہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر کھڑے تھے۔ انہوں نے دوبارہ دہراتے ہوئے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور دوست بنوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بات دوبارہ ہرائی تو اس وقت بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہیں اٹھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھڑے تھے، فرمانے لگے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور دوست بنوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔ پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری بار اپنی بات دہرائی تو اس بار بھی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی نہیں اٹھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی فرماتے رہے: میں...... میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور دوست بنوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا، پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک مارا جو کہ ان کے عمل پر خوشی کا اظہار تھا[1]۔

قصہ نمبر ۲۹ ﴿حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے دُعا کرنا﴾

ایک بوسیدہ پرانی سی چٹائی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ لیٹے تھے، کسی شدید مرض میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے گھر ہی میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے کمزوری کی حالت میں یہ دعا کی: اے اللہ! اگر میرا وقت اجل آ گیا ہے تو مجھے (اس مرض سے) راحت دیجیے، اور اگر ابھی مؤخر ہے تو (میرا مرض) دور کر دیجئے۔ اگر بطورِ آزمائش ہے تو مجھے صبر کی توفیق دیجیے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا سنی تو فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو نے کیا کہا تھا؟

[1] دیکھیے؟ "فضائل الصحابۃ" (۲/۷۱۲)

(دہراؤ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا دوبارہ دہرائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا فرمائی:

﴿اللّٰھم اشفه﴾

''اے اللہ اس کو شفاء دے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے بعد مجھے وہ تکلیف دوبارہ نہیں ہوئی [1]۔

قصہ نمبر ۳۰ ﴿میرے والد کے منبر سے نیچے اترو﴾

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر متانت و اطمینان سے بیٹھے تھے او ابھی اہل مجلس آپ رضی اللہ عنہ کے وعظ و نصیحت سے مستفید نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کپڑے کا کونہ پکڑ کر کہنے لگے: اترو میرے والد کے منبر سے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سر جھکاتے ہوئے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ یہ واقعی تمہارے والد کی نشست گاہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں اٹھالیا اور زار و قطار رونے لگے۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کہا: بخدا! میں نے تو اس کو اس بات کا کہا نہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ خدا کی قسم! میں آپ رضی اللہ عنہ کو الزام نہیں دیتا [2]۔

قصہ نمبر ۳۱ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے جنت کی بشارت﴾

ایک انصاری عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اپنے گھر کھانے کی دعوت کی، جو کھانا اس نے تیار کیا تھا۔ چنانچہ حضورِ اکرم

---

[1] دیکھیے: ''دلائل النبوۃ'' للبیہقی (۶/۱۷۹)

[2] دیکھیے: ''تاریخ الخلفاء'' ۶۹

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کے گھر تشریف لے گئے اور گھر کے صحن میں بیٹھ گئے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے۔ دریں اثناء نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا، پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر مبارک ردائے مبارک میں چھپالیا اور فرمایا ''اے اللہ! اگر تو چاہے تو آنے والا شخص علی رضی اللہ عنہ ہو۔'' چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے لوگوں نے ان کو اُس بات کی مبارک اور خوشخبری دی جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی [1]۔

قصہ نمبر ۳۲ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں﴾

لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا، دیکھا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ان کو اس کی مبارک باد دی گئی، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی ایک اور جنتی شخص تمہارے پاس آئے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ! آنے والا شخص علی رضی اللہ عنہ ہو، آنے والا شخص علی رضی اللہ عنہ ہو، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تشریف لے آئے [2]۔

قصہ نمبر ۳۳ ﴿غم کے آنسو﴾

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے سپردِ خاک ہونے کے ایک دن بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ غم واندوہ کی حالت میں گھر سے باہر آئے، چہرہ غم کے مارے نڈھال ہو رہا تھا اور نوجوان اور بوڑھوں کے درمیان میں آکر بیٹھ گئے اور رنج وغم کے ساتھ فرمایا: کل گزشتہ تم سے ایک ایسا آدمی جدا ہو گیا جس کے علم کے آگے نہ پہلے

---

[1] دیکھئے ''مسند احمد'' (۳/۳۳۱) و''فضائل الصحابۃ'' (۲/۶۰۸)

[2] دیکھئے: ''فضائل الصحابۃ'' (۲/۵۷۷)

لوگ سبقت لے جا سکے اور نہ بعد والے ان کے مقام ومرتبہ تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا دیا اور وہ اس وقت تک واپس نہ پلٹے جب تک کہ ان کے ہاتھوں فتح نصیب نہیں ہو گئی۔ انہوں نے زرد مال (سونا) چھوڑا اور نہ سفید (چاندی)۔ صرف سات درہم تھے، جس سے وہ اپنے گھر کے لیے ایک خادم خریدنا چاہتے تھے۔[1]

قصہ نمبر ۳۴ ﴿میں اپنے پیٹ میں پاکیزہ چیز ہی ڈالوں گا﴾

دوپہر کے وقت عکبرا (بغداد کے قریب ایک شہر) کے عامل، امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو ملنے حاضر ہوئے تو دیکھا کہ بارگاہِ مرتضوی پر کوئی دربان ہی نہیں ہے جو اندر جانے سے لوگوں کو روکے۔ پھر انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی اور اندر تشریف لے گئے، جب اندر گئے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اکڑوں بیٹھے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے پانی کا بھرا ہوا ایک پیالہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھیلی لائی گئی، وہ آدمی دل میں کہنے لگا: شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ مجھے میری امانت داری پر کوئی انعام دیں گے، کوئی موتی یا قیمتی چیز عنایت فرمائیں گے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس تھیلی کو کھولا تو اس میں روٹی کے چند ٹکڑے نکلے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان ٹکڑوں کو پیالہ میں ڈالا اور اس پر تھوڑا سا پانی انڈیلا، پھر اس آدمی سے فرمانے لگے: آؤ، میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ وہ آدمی بڑا متعجب ہوا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ عراق میں رہ کر ایسا کرتے ہیں؟ اہل عراق کا کھانا تو اس سے بہت زیادہ ہے! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زاہدانہ انداز میں فرمایا: خدا کی قسم! روٹی کے یہ ٹکڑے مدینہ سے آتے ہیں کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اپنے پیٹ میں پاکیزہ مال کے سوا اور کچھ ڈالوں۔[2]

---

[1]

[2] دیکھئے: ''الحلیۃ'' (۸۲/۱)

قصہ نمبر ۳۵ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچانا ہے﴾

اصحابِ حدیبیہ میں سے جو لوگ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے[1] ہمراہ یمن گئے تھے ان میں ایک صاحب حضرت عمرو بن شاس الاسلمی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ راستہ میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادتی کی سوجھی اور ان پر خواہ مخواہ غصہ کا اظہار کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے دل میں ناراضگی پیدا کر لی۔ پھر جب وہ مدینہ واپس آئے تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت اور ان پر اپنے غصہ کا مسجد میں اظہار کیا۔ یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی۔ ایک دن حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر نظر پڑی تو وہ فوراً بیٹھ گئے۔ پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! خوب سنو! خدا کی قسم! تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں خدا کی پناہ پکڑتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں، تو نے مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچائے گا وہ حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائے گا۔

قصہ نمبر ۳۶ ﴿مردوں کا کلام کرنا﴾

بوقت سحر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وحشت سی محسوس کی اور آپ رضی اللہ عنہ کا ذہن اور خیال موت، قبر، آخرت اور حساب و کتاب کی طرف جانے لگا۔ چنانچہ اپنے ذہن کی طمانیت کے لیے فوراً مدینہ منورہ کے گورستان میں تشریف لے گئے۔ جب وہاں پہنچے تو خاشعانہ آواز میں پکار کر کہا: اے قبر والو! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکات

[1] دیکھئے: أحمد في "المسند" (۴۸۳/۳)، والبیهقي (۱۲۹/۹)

ہوں۔ ہاتف غیب سے جواب آیا: تم پر بھی سلام ہو اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اے امیر المؤمنین! ہمارے جانے کے بعد جو کچھ ہوا اس کے متعلق ہمیں خبر دیجیے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو تمہاری بیویاں تھیں انہوں نے تو آگے شادیاں کر لیں، اور تمہارے جو مال تھے وہ تقسیم ہو گئے، اور تمہاری اولاد کا شمار یتیموں کے گروہ میں ہونے لگا ہے۔ اور جن عمارتوں کو تم نے تعمیر کیا تھا ان میں دوسرے لوگ آ کر آباد ہو گئے، یہ ہیں وہ خبریں جو ہمارے پاس تھیں، اب تم بتاؤ، تمہارے پاس کیا خبریں ہیں؟ آواز آئی: ہمارے کفن پھٹ گئے، ہمارے شعور منتشر ہو گئے، کھالیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں، آنکھیں رخساروں پر بہہ گئیں، ناک کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہنے لگا ہے جو اعمال ہم نے آگے بھیجے تھے وہ ہم نے پا لیے۔ اور جو کچھ پیچھے چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں خسارہ ہوا اور ہم رہن رکھے ہوئے ہیں[1]۔

قصہ نمبر ۳۷ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں﴾

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے ابن عم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کے ساتھ رخصت کیا تو جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئیں تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تو ایک تکیہ، گھڑا اور کوزے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اور زمین پر پتھر کا چورا بچھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آ جاؤں اپنی بیوی کے پاس نہ جانا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رونق افروز ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی لانے کا حکم دیا، پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں کوئی دعا اور ذکر وغیرہ پڑھا جو کچھ پڑھنا اللہ کو منظور تھا، پھر

[1] دیکھئے: ''معجم کرامات الصحابۃ'' ص ۹۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چہرے پر چھڑک دیا، پھر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا تو وہ حیاوشرم کے مارے اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی حاضر خدمت ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر بھی وہ پانی چھڑکا۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''یاد رکھو! میں نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے واپس تشریف لے گئے کہ اپنی اہلیہ کو لو۔ اور ان دونوں کے لیے دعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ حجرہ سے باہر آ گئے[1]۔

قصہ نمبر ۳۸ ﴿ایک بدکار عورت کا واقعہ﴾

ایک دن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مدینہ کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ کچھ لوگ غیظ وغضب کی حالت میں ایک عورت کو گھسیٹتے جا رہے ہیں وہ عورت خوف کے مارے کانپ رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا: تم اس عورت کو کیوں گھسیٹ رہے ہو؟ لوگوں نے بتایا کہ اس عورت نے بدکاری کی ہے، اسی لیے امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت کو ان کے ہاتھوں سے چھینا اور ان لوگوں کو خوب سرزنش فرمائی۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ضرور کسی بات کے معلوم ہونے پر ایسا کیا ہوگا، جاؤ! ان کو میرے پاس بھیجو، حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے

---

[1] دیکھئے: ''فضائل الصحابۃ'' (۲/ ۵۶۸، ۵۶۹)، و''طبقات ابن سعد'' (۸/۲۴)

پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو کیوں واپس کر دیا اور ان کو اس بدکار عورت پر حد قائم کرنے سے کیوں منع کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! کیا آپ رضی اللہ عنہ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''تین طرح کے لوگوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے (یعنی وہ بے قصور ہیں)۔ ایک سونے والا آدمی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے، دوسرا نابالغ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے اور تیسرا گناہ میں مبتلا آدمی جب تک باہوش نہ ہو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے یہ ارشاد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! اس عورت کو کبھی دیوانہ پن کا دورہ پڑتا ہے، ہوسکتا ہے کہ وہ آدمی اس کے پاس اس حالت میں آیا ہو کہ اسے دیوانہ پن کا دورہ پڑا ہو۔ (یہ سن کر) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رہا کر دیا[1]۔

قصہ نمبر ۳۹ ﴿بھلا میں تمہارا مولیٰ کیسے ہوسکتا ہوں؟﴾

کچھ لوگ رحبہ کے مقام پر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے پاس آئے اور یوں سلام کیا: اے ہمارے مولیٰ! السلام علیک۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھلا میں تمہارا مولیٰ کیسے ہوسکتا ہوں جبکہ تم قوم عرب ہو! لوگوں نے کہا کہ ہم نے غدیر خم (مکہ و مدینہ کے درمیان ایک وادی) کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا کہ ''جس کا میں مولیٰ ہوں، علی رضی اللہ عنہ اس کے مولیٰ ہیں'' جب وہ لوگ واپس چلے گئے تو ایک آدمی، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا، ان کے پیچھے ہو لیا اور ان کے متعلق کسی سے پوچھا کہ یہ لوگ (جو آئے تھے) کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ انصار کی قوم ہے جس میں حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے[2]۔

---

[1] دیکھئے: ''مسند احمد'' (۱/۱۵۵) و''ابوداؤد'' (۴/۱۴۰) و ''فضائل الصحابۃ'' (۲/۷۰۷،۷۰۸)

[2] دیکھئے: ''فضائل الصحابۃ'' (۲/۵۷۲)

قصہ نمبر ۴۰ ﴿حضرت علیؓ کے تین امتیازی وصف﴾

لوگ، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی باتیں سن رہے تھے کہ اس دوران آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تین ایسی خوبیاں حاصل ہیں کہ ان میں سے ایک خوبی بھی مجھے حاصل ہو جائے تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہو گی۔ لوگوں نے مشتاق ہو کر پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! وہ تین خوبیاں کون سی ہیں؟ فرمایا کہ ایک تو ان کا نکاح فاطمۃ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوا، دوسرا ان کے لیے مسجد میں سکونت کا حلال ہونا جو کہ میرے لئے حلال (جائز) نہیں ہے اور تیسرا وصف یہ ہے کہ خیبر کے دن جھنڈا ان کو دینا[1]۔

قصہ نمبر ۴۱ ﴿فقیہ کے اوصاف﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ محراب کے پاس بیٹھے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے کلمات تشکر و تضرع جاری تھے، لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد حلقہ بنائے آپ رضی اللہ عنہ سے علمی استفادہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ ہمیں فقیہ (عالم) کے اوصاف سے آگاہ کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دوزانو ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ کیا میں تم کو حقیقی فقیہ سے آگاہ کر دوں؟ (حقیقی فقیہ) وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ کرے، ان کو ان امور کی اجازت نہ دے جو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کا ذریعہ بنتے ہیں، اور ان کو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف نہ کرے اور قرآن کو بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے نہ چھوڑے ایسی عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس میں فقاہت نہ ہو اور اس فقہ میں کوئی بھلائی نہیں جس پر پرہیز گاری نہ ہو اور اس تلاوت میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جس میں تدبر نہ ہو[2]۔

---

[1] دیکھیے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۲۷۵

[2] دیکھیے: ''حلیۃ الاولیاء'' (۱/۷۷)

قصہ نمبر ۴۲ ﴿ام سلمہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ﴾

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ابوعبداللہ الجدی کے پاس آئیں اور تند و تیز لہجہ میں فرمایا کہ کیا تمہارے ہاں رسول اللہ ﷺ کو سب وشتم کیا جا رہا ہے؟ انہوں نے گھبرا کر کہا کہ استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ ام المؤمنین! وہ کیسے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے محبین کو بُرا بھلا نہیں کہا جاتا ہے؟ خدا کی قسم! میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول کریم ﷺ ان سے محبت رکھتے تھے[1]۔

قصہ نمبر ۴۳ ﴿تاریخ ہجری کا آغاز کیسے ہوا؟﴾

ایک آدمی یمن سے حاضر خدمت ہوا اور بارگاہِ فاروقی میں عرض گزار ہوا کہ اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ تاریخ کیوں نہیں ڈالتے کہ یہ واقعہ فلاں مہینہ اور فلاں سال ہوا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں پھر وہ آدمی چلا گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلوت گزین ہوئے تو دل و دماغ میں یہی خیالات بار بار آنے لگے اور گہری سوچ میں مستغرق ہو گئے، یہاں تک کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا دل مطمئن ہو گیا تو مہاجرین و انصار کو ایک جگہ پر جمع کیا اور اس یمنی آدمی کی بات ان کے سامنے پیش کی اور اس سوچ کی خوب توضیح فرمائی، پھر ان سے ایک سوال کیا کہ تاریخ کا آغاز کہاں سے ہونا چاہیے؟ ایک طویل خاموشی چھا گئی، کہیں سے ہلکی سی آواز آئی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات سے آغاز ہونا چاہیے، کسی نے کہا کہ نہیں، بلکہ بعثت نبوی ﷺ سے تاریخ لکھنے کا آغاز ہونا چاہیے۔ اتنے میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی آواز بلند ہوئی کہ یا امیر المؤمنین! ہمیں تاریخ لکھنے کا آغاز اس وقت سے کرنا چاہیے جس وقت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام شرک کی سرزمین سے نکلے تھے (اور مدینہ منورہ پہنچے تھے)۔ یعنی جس

[1] دیکھئے: "مسند الامام أحمد" (۶/۳۲۳)، و"مجمع الزوائد" (۹/۱۳۰)

دن نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا تھا کہ ہر طرف آوازیں آنے لگیں کہ ہمیں یہ بات قبول ہے اور ہم اس پر راضی ہیں[1]۔

قصہ نمبر ۴۴ ﴿حضرت علیؓ کا ایک شخص کو طمانچہ مارنا﴾

بیت اللہ شریف کے پاس لوگوں کی خاشعانہ اور متضرعانہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ ایک نوجوان جس کا شباب عروج پر تھا، لوگوں کو دھکے دیتے ہوئے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور انتہائی مکر و خباثت سے کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے میرا حق مجھے دلوایئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے کیا جرم کیا؟ اس آدمی نے مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ پر طمانچہ مارا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابھی کھڑے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ پر طمانچہ مارا ہے اے ابوالحسن؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں، امیر المؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ یہ طواف کعبہ کے دوران مسلمانوں کے تقدس وعظمت کو پامال کر رہا تھا، اس لیے میں نے اس کو طمانچہ مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوالحسن! تم نے اچھا کیا[2]۔

قصہ نمبر ۴۵ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یمن روانگی﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابھی نوعمر تھے، عمر بیس سال سے کچھ تجاوز ہوگی کہ رسول پاک ﷺ نے ان کو یمن (بحیثیت قاضی) بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (بوقت روانگی) عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ مجھے یمن بھیج رہے ہیں،

---

[1] دیکھئے: ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' (۲/۷۵۸)

[2] امیر المؤمنین علی بن ابی طالب المیلاد الی الاستشہاد ٦٦

وہاں کے لوگ مجھ سے قضاء کے متعلق پوچھیں گے اور مجھے اس کا کچھ علم نہیں ہے! نبی کریم ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، پھر شفقت بھرے انداز میں فرمایا: علی رضی اللہ عنہ! میرے قریب آؤ، حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب ہوئے حضورِ اقدس ﷺ نے اپنا دست مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سینہ پر مارا پھر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! اس کی زبان کو راست گو اور دل کو ثبات و استقلال عطا فرما۔'' اے علی رضی اللہ عنہ! جب دو فریق تیرے پاس مقدمہ لے کر آئیں تو جب تک تم دوسرے کی بات سن نہ لو ان کے درمیان فیصلہ نہ کرنا جیسا کہ پہلے کی بات سنی ہو، جب تم اس طرح کرو گے تو تیرے لیے فیصلہ کرنا واضح ہو جائے گا۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو پیدا کیا اور مخلوق کو پیدا کیا ہے اس کے بعد مجھے دو آدمیوں کے درمیان بھی فیصلہ کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوا[1]۔

قصہ نمبر ۴۶ ﴿اہل بیت کی حکمت﴾

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ملک یمن میں چار اشخاص ایک کنوئیں میں گر گئے جو انہوں نے شیر پھنسانے کے لیے کھودا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ شیر تو اس کنوئیں میں گر گیا لیکن ان میں سے ایک کا پیر پھسلا اور اس کنوئیں میں گرا اس نے اپنی جان بچانے کے لیے بدحواسی میں دوسرے کی کمر پکڑ لی وہ بھی سنبھل نہ سکا اور گرتے گرتے اس نے تیسرے کی کمر تھام لی، تیسرے نے چوتھے کو پکڑ لیا، غرض چاروں اس میں گر پڑے اور شیر نے ان چاروں کو مار ڈالا۔ ان مقتولین کے ورثاء باہم آمادہ جنگ ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو ہنگامہ وفساد سے روکا اور فرمایا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں اگر وہ پسند نہ ہو تو دربارِ رسالت میں جا کر تم اپنا مقدمہ پیش کر سکتے ہو، لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے یہ کنواں کھودا ہے ان کے قبیلوں سے ان مقتولین کے خون بہا کی رقم اس طرح وصول کی جائے کہ ایک پوری ایک

---

[1] دیکھئے: ''احمد (۱/......۹۶-۱۱۱)، والترمذی (۲/۳۹۵)، و ابن سعد (۲/۳۳۷)

ایک تہائی ایک ایک چوتھائی اور ایک آدھی۔ پہلے مقتولین کے ورثاء کو ایک چوتھائی خون بہا، دوسرے کو تہائی، تیسرے کو نصف اور چوتھے کو پورا خون بہا دلایا، اس لیے کہ پہلے نے اپنے اوپر والے کو ہلاک کیا، دوسرے نے اپنے اوپر والے کو اور تیسرے نے بھی اپنے اوپر والے کو ہلاک کیا، غرضیکہ سب نے اپنے اوپر والے کو ہلاکت میں ڈالا۔ لوگ اس فیصلہ سے راضی نہ ہوئے اور حجۃ الوداع کے موقع پر حاضر ہو کر اس فیصلہ کا مرافعہ (اپیل) عدالت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا اور فرمایا: خدا کا شکر ہے جس نے ہم اہل بیت میں حکمت کو رکھا ہے[1]۔''

قصہ نمبر ۴۷ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا﴾

ایک روز علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (جبکہ وہ کم عمر لڑکے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر آئے تو دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام کی حالت میں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہیں اور دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے متحیر ہو کر پوچھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا ہے؟ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رخ انور پھیرا اور فرمایا: ''یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اسے دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا، لہٰذا میں تجھے بھی اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اس ذات کی عبادت کے لیے بلاتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ تم لات وعزیٰ سے انکار کرو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ بات آج سے پہلے کبھی نہیں سنی، اس لیے میں ابو طالب سے بات کیے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ اعلان واظہار سے قبل ان کا راز افشا ہو۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی رضی اللہ عنہ! جب تم اسلام نہیں لاتے ہو تو اس امر کو مخفی رکھنا۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی ساری رات اس حال میں گزری کہ اپنے سچے اور امانت دار ابن عم کی باتیں قلب و دماغ پر چھائی رہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1] امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ۶۸

ان کے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی۔ جب صبح ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جلدی سے حاضر ہوئے اور دریافت کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کیا دعوت مجھ پر پیش کی تھی؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے یہ دعوت پیش کی تھی کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ تم لات وعزیٰ کا انکار کرو اور شرک سے برأت کا اظہار کرو۔'' (یہ سن کر) حضرت علی کرم اللہ وجہہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ کچھ دنوں تک تو ابو طالب سے ڈرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے، پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا[1]۔

قصہ نمبر ۴۸ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل﴾

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اور لوگ بھی آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے، وہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آل بیت رضی اللہ عنہم کا ذکر خیر کر رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تین اوصاف ایسے ہیں جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان فرمائے ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک بھی وصف حاصل ہو جائے تو وہ سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی غزوہ کے موقع پر یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے؟ اور خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ تمام لوگ گردنیں لمبی کر کر کے دیکھنے لگے (کہ کس کو بلاتے ہیں!) پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ، (جب وہ آئے تو) آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا دیا۔ اور جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ

---

[1] دیکھئے: ''البدایۃ والنہایۃ'' (۲۴/۳)

عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ." (الاحزاب:۳۳) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا، پھر فرمایا: "اللهم هؤلاء أهلي" یعنی اے اللہ! یہ میری اہل و اولاد ہے[۱]۔

قصہ نمبر ۴۹ ﴿حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی﴾

فتح مکہ کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ابھی مکہ سے باہر نہیں نکلے تھے آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ان کی طرف دوڑتی ہوئی آ رہی ہیں اور اپنے کپڑوں میں الجھ کر گر رہی ہیں اور پکار رہی ہیں اے چچا! اے چچا! چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً ان کے پاس پہنچے اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنی عم زاد بہن کو سنبھالو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی سواری پر سوار کر لیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ آپس میں جھگڑنے لگے: چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ یہ میری عم زاد بہن ہے اور ان کی خالہ میری بیوی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تھا)۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا فیصلہ ان کی خالہ کے حق میں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ خالہ کا درجہ ماں کی طرح ہے۔" پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب حضرات کی طرف متبسمانہ نظر فرمائی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے اخلاق اور خلقت کے مشابہ ہو۔ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے زید رضی اللہ عنہ! تم ہمارے بھائی اور ہمارے دوست ہو[۲]۔

---

[۱] اخرجہ مسلم (۱۸۷۱/۴)، والترمذی (۳۰۱/۵)

[۲] اخرجہ أحمد (۹۸/۱۔۱۱۵)، وابوداؤد (۷۱۰/۲)

قصہ نمبر ۵۰ ﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ام کلثوم کے لیے پیام نکاح دینا﴾

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی صاحب زادی حضرت ام کلثوم کے لیے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو اپنی بیٹیاں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کے لیے روک رکھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تم میرا اس سے نکاح کر دو، خدا کی قسم! روئے زمین پر میری طرح کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس کے ساتھ نیک برتاؤ کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشی سے فرمایا کہ مجھے قبول ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی جو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بیٹھے تھے اور شہد کی مکھی کی طرح وہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ مجھے رخصت کرو، لوگوں نے پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! کس کے ساتھ؟! فرمایا کہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔ خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام حسب ونسب ختم ہو جائیں گے، بس میرا حسب اور نسب باقی رہے گا۔" اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے پس میں نے چاہا کہ میرا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک نسب (رشتہ) ہو[1]۔

قصہ نمبر ۵۱ ﴿جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے دوست ہیں﴾

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس آئے تو غدیر خم (مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ) میں پڑاؤ ڈالا، لوگوں کو حکم دیا کہ درخت کے نیچے صفائی کریں۔ پھر

---

[1] دیکھیے: "الکنز" (۶۲۴/۱۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عزت اور اہل بیت تا کہ دیکھا جائے کہ تم ان دو چیزوں کے بارے میں میرے بعد کیا کرتے ہو، کیونکہ وہ دونوں چیزیں ہرگز جدا نہیں ہوں گی حتیٰ کہ حوض کوثر پر آئیں گی۔ اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ میرے مولیٰ ہیں اور میں ہر مومن کا دوست ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک بڑھائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر فرمایا، جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو بھی اس سے عداوت رکھ۔''[1]

قصہ نمبر ۵۲ ﴿سات امراء﴾

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس اصبہان سے کثیر مال آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس مال کو سات حصوں میں تقسیم کیا، اس مال میں ایک روٹی بھی نکلی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس روٹی کے بھی سات ٹکڑے کیے اور ان سات حصوں میں سے ہر ایک میں ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ پھر سات امراء کو بلایا اور ان کے درمیان قرعہ اندازی کی تا کہ معلوم کریں کہ ان امراء میں سے کس کو پہلے دیا جائے اور کس کو اس کے بعد۔ حتیٰ کہ ہر امیر نے اپنا حصہ وصول کیا[2]۔

قصہ نمبر ۵۳ ﴿خلفاءِ راشدین﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علم وتقویٰ کی دولت حاصل کرنے کے لیے بہت سی جماعتیں حاضر ہوئیں، ان میں ایک باوجاہت شخص بھی موجود تھا جس نے سر پر سفید عمامہ

[1] دیکھیے: ''احمد (۴/۳۷۰)، والحاکم (۳/۱۰۹)

[2] دیکھیے: ''الاستیعاب'' (۳/۴۹)

باندھا ہوا تھا، اس نے سوال کیا، اے امیر المؤمنین! ہم آپ رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں یہ کہتے ہوئے سنتے ہیں کہ ''اے اللہ! ہماری بھی اسی طرح اصلاح فرما جس طرح آپ نے خلفائے راشدین کی اصلاح فرمائی، ذرا بتایئے وہ کون تھے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں، ارشاد فرمایا: ''وہ دونوں میرے حبیب، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ہیں، جو ہدایت کے امام اور اسلام کے شیخ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اقتداء کی جاتی ہے۔ جو شخص ان کی اقتداء کرے گا محفوظ رہے گا اور جو ان کے نقش پا کی پیروی کرے گا اسے صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل ہوگی اور جو شخص ان کو مضبوطی سے تھام لے وہ اللہ کے گروہ میں سے ہے[1]۔

قصہ نمبر ۵۴ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دینا﴾

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جہاد کے ارادہ سے اپنے اونٹ پر سوار ہوکر نکلے تو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اونٹ کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وہی بات کہتا ہوں جو ہم نے احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی تھی کہ اپنی تلوار نیام میں ڈال لو، اپنی ذات سے ہمیں دکھ نہ دو اور مدینہ واپس لوٹ آؤ۔ خدا کی قسم! اگر ہمیں آپ کی وجہ سے تکلیف پہنچی تو پھر کبھی اسلام کا نظام قائم نہ ہو سکے گا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، خدا کی قسم! میں ایسا نہیں کروں گا اور میں اپنی ذات کے ساتھ تمہاری غمخواری نہ کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذوالحسۃ اور ذوالقصۃ (مقام) کی طرف روانہ ہو گئے اور غلبہ پانے تک منافقین سے قتال کیا، پھر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے مشورہ کی وجہ سے مدینہ منورہ میں ہی سکونت پذیر ہو گئے[2]۔

---

[1] دیکھئے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۲۸۵

[2] دیکھئے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۶۵

قصہ نمبر ۵۵ ﴿ایک بائع اور باندی﴾

ایک دن ابومطر نامی شخص نماز کے بعد مسجد سے نکلا تو اس نے پیچھے سے آواز سنی، کوئی کہہ رہا ہے کہ اپنا تہبند اونچا رکھو، کیونکہ یہ چیز تیرے رب سے زیادہ ڈرنے والی اور تیرے کپڑوں کو زیادہ صاف رکھنے والی ہے۔ اور اگر تم مسلمان ہو تو سر کے بال بھی تراشو۔'' جب اس آدمی نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ تھے جن کے ہاتھ میں درّہ بھی تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے اونٹوں کے بازار میں داخل ہوئے اور (وہاں کے تاجروں سے مخاطب ہوکر) فرمایا: ''معاملہ کرو مگر قسمیں نہ کھاؤ، کیونکہ قسمیں کھانے سے سامانِ تجارت تو بک جائے گا لیکن برکت ختم ہوکر رہ جائے گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ایک بائع کے پاس آئے جو کھجوریں بیچ رہا تھا، وہاں دیکھا کہ ایک باندی رو رہی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ باندی نے روتے ہوئے کہا کہ میں نے اس آدمی سے ایک درہم کی کھجوریں خریدی تھیں، میرے مالک نے ان کھجوروں کو لینے سے انکار کر دیا اور مجھے کہا کہ بائع کو واپس کر کے اس سے درہم واپس لے لو، اب یہ بائع مجھے درہم نہیں دے رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجوروں کے بیچنے والے شخص سے فرمایا: اپنی کھجوریں لے لو اور اس کو درہم واپس دے دو۔ یہ بیچاری اپنے معاملہ میں مجبور ہے۔ بائع نے انکار اور تکبر کیا اور زور زور سے بولنے لگا۔ ابومطر نے بائع سے کہا کہ جانتے بھی ہو کہ تمہارے ساتھ گفتگو کرنے والا شخص کون ہے؟ بائع نے تیز لہجہ میں کہا کہ نہیں۔ کون ہیں یہ؟ ابومطر نے کہا کہ یہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ بائع (یہ سن کر) خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور اسی وقت باندی سے کھجوریں لیں اور اس کو درہم واپس دے دیا۔ پھر کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھ سے راضی ہو جائیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تو نے حق دار کو پورا پورا حق دے دیا تو میں تجھ سے راضی ہوں[1]''

---

[1] دیکھئے: ''منتخب کنز العمال'' (۵/۵۷)

قصہ نمبر ۵۶ ﴿صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سبقت﴾

ایک آدمی امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے پاس آیا، اس نے اپنی ظاہری ہیئت وشکل پرہیزگاروں والی بنا رکھی تھی جیسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بڑا محبّ ہے۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہٗ سے عرض کرنے لگا: (خباثت اور شرارت اس کی آنکھوں سے نظر آ رہی تھی) اے امیر المؤمنین! اس کی کیا وجہ ہے کہ مہاجرین و انصار، ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فوقیت دیتے ہیں جب کہ آپ رضی اللہ عنہ مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ان سے افضل ہیں، اور آپ رضی اللہ عنہ اسلام لانے میں بھی ان سے مقدم ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو تو اتنی سبقتیں حاصل ہیں؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھانپ گئے کہ اس شخص کا اس خبیث گفتگو سے کیا مقصد ہے:

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم مجھے قرشی لگتے ہو، شاید قبیلہ عائذہ کے! اس آدمی نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو! اگر ایک مومن خدا تعالیٰ کی پناہ لینے والا نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا۔ (یاد رکھو) ابوبکر رضی اللہ عنہ چار امور میں مجھ پر سبقت لے گئے، ایک تو وہ امامت میں مجھ پر سبقت لے گئے، دوسرے ہجرت، تیسرے غارِ ثور اور چوتھے سلام کو رواج دینے میں مجھ سے آگے بڑھ گئے، تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سب لوگوں کی مذمت بیان فرمائی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے: "اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰه." (التوبۃ: ۴۰)[۱]

قصہ نمبر ۵۷ ﴿علی رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر سے ہی کرو﴾

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک آدمی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھا تھا، بڑی فضول باتیں کر رہا تھا کہ اچانک حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ

---

[۱] دیکھئے: "منتخب الکنز" (۴/۳۵۵، ۴۴۷)

عنہ کے خلاف بھی زبان استعمال کرنے لگا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور اس آدمی سے تند و تیز لہجے میں فرمایا کہ کیا تم ان صاحب قبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جانتے ہو؟ اس نے ہنس کر کہا کہ ہاں، کیوں نہیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اور جس علی رضی اللہ عنہ کا تم ذکر کر رہے ہو وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم ہیں۔ لہٰذا تم ان کا ذکر خیر سے ہی کرو۔ کیونکہ اگر تو نے ان کو اذیت پہنچائی تو حقیقت میں ان صاحب قبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچاؤ گے[1]۔

قصہ نمبر ۵۸ ﴿حکم تو اللہ کے لیے ہے﴾

جعدۃ بن ہبیرہ بڑی تواضع اور وقار کے ساتھ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس دو ایسے آدمی آئیں کہ ان میں سے ایک تو ایسا ہو کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات اس کو اپنی جان، مال اور اہل و عیال سے بڑھ کر محبوب ہو اور دوسرا ایسا ہو کہ اسے آپ سے اتنی نفرت ہو کہ اگر ذبح کرنے کی قدرت پائے تو آپ رضی اللہ عنہ کو ذبح کر دے تو کیا آپ رضی اللہ عنہ اُس آدمی کے خلاف فیصلہ کریں گے جو آپ سے محبت رکھتا ہے اور جو نفرت رکھتا ہے اس کے حق میں فیصلہ سنائیں گے؟ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ایسا واقعہ ہوا تو میں کروں گا لیکن فیصلہ تو صرف اللہ کے لیے ہے[2]۔

قصہ نمبر ۵۹ ﴿ایک عربی عورت اور اس کی باندی﴾

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ایک عربی عورت اور اس کی باندی حاضر ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کو (برابر طور پر) غلہ کی ایک مقدار اور چالیس درہم دیئے۔ باندی تو اپنا حصہ لے کر خوشی خوشی واپس لوٹ گئی، لیکن وہ

---

[1] دیکھئے: "الکنز" (۵/۴۶)

[2] دیکھئے: "الکنز" (۵/۳۷۳)

عربی عورت واپس نہ لوٹی، اس نے تعجب کرتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اتنا ہی دیا جتنا اس باندی کو دیا: جب کہ میں عربی عورت ہوں اور وہ ایک باندی ہے؟! حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا کہ میں نے اللہ کی کتاب میں غور کیا تو مجھے اس میں اولادِ اسماعیل کی اولادِ اسحاق پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔ (اس لیے میں نے کسی کو ترجیح نہیں دی اور برابری کا سلوک کیا)[۱]۔

قصہ نمبر ٦٠ ﴿اللہ کی حفاظت ہی میرے لیے کافی ہے﴾

ایک بوسیدہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ دو آدمی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے۔ ایک نے کہا کہ اے امام! یہ دیوار کہیں آپ رضی اللہ عنہ پر گر نہ جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کامل ایمان اور بھروسہ کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہی کافی ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کا فیصلہ فرما چکے اور اس جگہ سے ابھی ہٹے ہی تھے کہ وہ دیوار گر گئی[۲]۔

قصہ نمبر ٦١ ﴿چور غلام﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں آپ رضی اللہ عنہ کا ایک محبّ سیاہ فام غلام کھڑا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے چوری کی ہے؟ غلام نے پریشانی کی حالت میں جواب دیا کہ جی ہاں، امیر المؤمنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ جب وہ غلام (سزا بھگت کر) واپس ہوا تو راستہ میں اس کی ملاقات حضرت سلمان الفارسیؓ اور ابن الکواء سے ہوئی۔

ابن الکواء نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ تیرے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں؟ غلام نے کہا کہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ابن الکواء نے طنز کرتے

---

[۱] دیکھیے: ''البیہقی'' (٦/ ٣٤٨، ٣٤٩)

[۲] ''تاریخ الخلفاء'' ص ٢٨٤

ہوئے کہا کہ انہوں نے تو آپ کے ہاتھ تک کاٹ دیئے اور تو لگا ہے ان سے محبت کرنے اور ان کی تعریفیں کرتا رہتا ہے! غلام نے پر اعتماد ہو کر کہا کہ میں ان سے کیوں نہ محبت کروں اور ان کے گُن گاؤں! انہوں نے میرے ہاتھ صحیح وجہ سے کاٹے اور مجھے دوزخ سے نجات دلائی[۱]۔

قصہ نمبر ۶۲ ﴿ایک شخص جس کی بینائی ختم ہوگئی﴾

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان فرمارہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان فرمائی تو ایک شخص بولا: آپ جھوٹ کہتے ہیں، ہم نے یہ بات نہیں سنی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تیرے خلاف بددعا کرتا ہوں تو جھوٹا آدمی ہے: اس نے مغرور ہو کر کہا کرلو بددعا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خلاف بددعا کی تو وہ آدمی اپنی جگہ سے ابھی اٹھنے نہ پایا تھا کہ اس کی بینائی ختم ہوگئی[۲]۔

قصہ نمبر ۶۳ ﴿جھوٹے گواہ﴾

ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں کھڑا تھا، اس کے ساتھ دو گواہ کھڑے تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ اس آدمی نے چوری کی ہے لیکن وہ آدمی اس کی نفی کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان گواہوں کی طرف دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو ایسا لگا جیسے یہ جھوٹے ہیں یا چور ڈاکو ہیں یا جھوٹے گواہ ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے دھمکی آمیز لہجہ میں فرمایا کہ میرے پاس کوئی گواہ نہ آئے، مجھے علم ہے کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں ورنہ میں اس کو ایسی سزا دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے مختلف سزاؤں کا ذکر کیا۔

۱　دیکھئے: ''معجم کرامات الصحابۃ'' ص ۹۲۔ طبع دار ابن زیدون بیروت

۲　دیکھئے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۲۸۵

پھر ان کو واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ ایک عرصہ کے بعد جب ان کو طلب کیا تو وہ نہ ملے، چنانچہ آپ نے اس آدمی کو رہا کر دیا[1]۔

قصہ نمبر ۶۴ ﴿یا امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت کو زینت بخشی ہے﴾

جس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لے گئے تو عرب کے داناؤں میں سے ایک دانا آدمی حاضر خدمت ہوا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت کو زینت بخشی ہے خلافت نے آپ رضی اللہ عنہ کو زینت نہیں بخشی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو رفعت دی، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو رفعت نہیں دی، یہ خلافت آپ رضی اللہ عنہ کی زیادہ محتاج ہے نہ کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے زیادہ محتاج ہیں[2]۔

قصہ نمبر ۶۵ ﴿کھردرا کپڑا﴾

سخت گرمی پڑ رہی تھی، ریت گرمی کی تپش سے تپ رہی تھی اسی حالت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سخت کھردرا موٹا اور پیوند زدہ کپڑے پہن کر نکلے، آپ رضی اللہ عنہ کے اصحاب کہنے لگے: یا امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے اس سے زیادہ نرم کپڑا کیوں نہیں پہن لیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کپڑا مجھ سے غرور وتکبر کو دور کرتا ہے اور نماز میں خشوع وخضوع کے لیے معاون ہے اور یہ لوگوں کے لیے اچھا نمونہ ہے کہ لوگ اسراف اور تبذیر نہ کریں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: "تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ" (القصص:۸۳) "یہ عالم آخرت ہم انہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے[3]۔"

---

[1] دیکھیے: "تاریخ الخلفاء" ص ۲۸۶

[2] دیکھیے: "تاریخ الخلفاء" ص ۲۸۷

[3] دیکھیے: "خلفاء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" ص (۴۸۲، ۴۸۳)

قصہ نمبر ٦٦ ﴿ایک غلطی کی تلافی﴾

فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آس پاس کے قبیلوں کو عوت الی اللہ دینے کے لیے حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا، بنو خذیمۃ بن عامر کے قبیلہ کے قریب ایک آدمی نے کوئی حماقت کر دی تو حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ عنہ اس کی طرف لپکے اور اس کو تلوار سے مار دیا۔

جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے فعل سے اللہ تعالیٰ کے آگے اپنی برأت کا اظہار فرمایا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ وہ امن وسلامتی کے قاصد ہوں نہ کہ قتال کے داعی۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اس قوم کے پاس جاؤ اور ان کے حالات کا جائزہ لو اور جاہلیت کی رسموں کو اپنے پیروں تلے روند دو[1]۔''

قصہ نمبر ٦٧ ﴿مجھے تقدیر کے بارے بتایئے؟﴾

ایک نحیف الجسم شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے جھوٹے موٹے کپڑے پہنے ہوئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ کر کمزور آواز میں کہنے لگا: اے امام! مجھے تقدیر کے بارے میں بتایئے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک تاریک راستہ ہے، تم اس پر نہیں چل سکو گے، اس نے کہا: مجھے آپ رضی اللہ عنہ تقدیر کے بارے بتایئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک گہرا سمندر ہے تم اس میں نہیں گھس سکتے ہو۔ اس آدمی نے پھر کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے تقدیر کی حقیقت بتایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا راز ہے جو تجھ سے پوشیدہ ہے لہٰذا تم اس راز کا افشاء نہ کرو۔ اس نے اصرار کرتے ہوئے کہا کہ نہیں، آپ رضی اللہ عنہ مجھے تقدیر کے بارے ضرور بتائیں چنانچہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس

---

[1] دیکھیے: ''خلفاء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ص (۵۱۱، ۵۱۲)

سے سوال کرتے ہوئے فرمایا کہ اے سوال کرنے والے! یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی منشاء کے مطابق پیدا کیا ہے یا تیری منشاء اور مرضی کے مطابق؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ اللہ نے اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس پھر وہ تجھے جس کام کے لیے چاہے استعمال کرے[1]۔

قصہ نمبر ۶۸ ﴿ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے﴾

انتہائی مکرو خباثت سے ایک یہودی آدمی حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور طنزاً کہنے لگا: تم کیسے ہو، ابھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفنا کر فارغ نہ ہوئے آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس یہودی کے مقصد کو بھانپ گئے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارا اختلاف تو صرف خلافت کے بارے میں ہوا تھا جب کہ تمہارا حال یہ ہے کہ ابھی تمہارے پیر دریا عبور کر کے خشک نہ ہوئے تھے کہ تم اپنے نبی سے کہنے لگ گئے: ''اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ'' (الاعراف: ۱۳۸) ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے جیسا کہ ان کے لیے معبود ہیں[2]۔''

قصہ نمبر ۶۹ ﴿چار باتیں یاد رکھو﴾

جب ابن ملجم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ بستر موت پر لیٹ گئے تو ایک دن آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھ سے چار پھر مزید چار باتیں یاد رکھو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابا جان! پہلی چار باتیں کون سی ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''سب سے بڑی دولت عقل کی دولت ہے، سب سے بڑا فقر حماقت ہے، سب سے بڑی وحشت خود پسندی ہے اور سب سے اچھی صفت خوش اخلاقی

---

[1] دیکھیے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۲۸۹

[2] دیکھیے: ''ربیع الابرار'' (۱/۳۷۵)

ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دوسری چار باتیں کون سی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''احمق آدمی کی صحبت سے بچتے رہنا، کیونکہ وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچا دے گا۔ اور جھوٹے شخص سے کبھی دوستی نہ کرنا، کیونکہ وہ دور کو تیرے قریب اور قریب کو دور کر دے گا، اور بخیل آدمی سے بھی بچنا کیونکہ تو اس کا اتنا حاجت مند نہیں ہوگا جتنا وہ تیرا حاجت مند ہوگا اور وہ تجھے چھوڑ کر بیٹھ جائے گا۔ اور بُرے آدمی کی صحبت بھی اختیار نہ کرنا کیونکہ وہ تجھے چند پیسوں کے عوض بیچ دے گا[۱]۔''

قصہ نمبر۷۰ ﴿ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلافت کے حق سے دستبردار ہونا﴾

جب لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تین روز تک گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھے رہے۔ پھر ہر روز باہر آتے اور منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر لوگوں سے فرماتے، لوگو! میں تمہاری بیعت سے سبکدوش ہوتا ہوں، تم کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لو جس سے تمہیں محبت ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، فوراً اٹھتے اور کہتے کہ ایسا نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم! نہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو سبکدوش کریں گے اور نہ آپ رضی اللہ عنہ سے سبکدوش ہونے کا کہیں گے، کون آپ رضی اللہ عنہ کو پیچھے کر سکتا ہے؟ جبکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو مقدم کیا[۲]۔

قصہ نمبر۷۱ ﴿ایک یہودی کا مسلمان ہونا﴾

ایک یہودی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور خباثت بھرے انداز میں

---

[۱] دیکھئے: ''تاریخ الخلفاء'' ص۲۹۲

[۲] دیکھئے: ''الکنز'' (۶۵۶،۶۵۴/۵)

پوچھنے لگا: اے امام! ہمارا رب کب سے ہے؟ (یہ سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا، رخسار سرخ ہو گئے، اپنا ہاتھ اس آدمی کے شانے پر رکھ کر اس کو جھنجھوڑا اور فرمایا: وہ ذات ایسی نہیں ہے کہ ایک زمانہ میں موجود نہیں تھی پھر موجود ہوئی، بلکہ وہ پہلے سے موجود ہے، وہ ذات بلا کیفیت ہے، نہ اس سے قبل کچھ تھا اور نہ اس کی کوئی انتہاء ہے۔ تمام انتہاء اس کے سامنے ختم ہیں، وہ ہر انتہاء کی انتہاء ہے۔ اس آدمی نے انکساری کے ساتھ اپنا سر جھکا لیا اور کہنے لگا: اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا، اے ابوالحسن رضی اللہ عنہ! آپ رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے اور اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، چنانچہ وہ مسلمان ہو کر واپس لوٹ گیا[1]۔

قصہ نمبر ۲۷ ﴿بوسیدہ چادر﴾

سردی کی شدت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کانپ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے جسم پر ایک پرانی بوسیدہ قسم کی چادر تھی۔ ایک آدمی کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ کے لیے بھی اس مال میں حصہ مقرر کیا ہے، لیکن آپ رضی اللہ عنہ اپنی جان کے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہیں! کیا آپ رضی اللہ عنہ دیکھتے نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے اعضاء و جوارح سردی سے کانپ رہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لوں گا، یہ پرانی چادر دیکھو جو میں نے اوڑھی ہوتی ہے یہ وہی چادر ہے جسے پہن کر میں مدینہ سے نکلا تھا[2]۔

---

۱ دیکھئے: ''تاریخ الخلفاء'' ص ۲۹۲

۲ دیکھئے: ''حلیۃ الاولیاء'' (۸۲/۱)

قصہ نمبر ۷۳ ﴿امیر المؤمنین! آپؓ نے سچ فرمایا﴾

ایک عورت چیختی چلاتی ہوئی آئی، اس کے آنسو بہہ رہے تھے، کہنے لگی: میرا بھائی چھ سو درہم چھوڑ کر انتقال کر گیا، اور مجھے اس کی وراثت میں سے صرف ایک دینار ملا، کیا یہ معقول بات ہے؟ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، نے انبساط کے ساتھ فرمایا: ہوسکتا ہے کہ اس نے پسماندگان میں اپنی ماں، بیوی، دو بیٹیاں اور بارہ بھائی اور تجھے چھوڑا ہو۔ وہ عورت بڑی حیران ہوئی، اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پس ماں کو چھٹا حصہ (۱۰۰ درہم)، بیوی کو آٹھواں حصہ (۷۵ درہم)، دو بیٹیوں کو دو تہائی (۴۰۰ درہم) باقی بچے ۲۵ درہم۔ جو بھائیوں میں تقسیم ہوئے لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کے قاعدے کے تحت۔ چنانچہ بارہ بھائیوں نے ۲۴ درہم لے لیے۔ اس عورت کے لیے ایک درہم ہی باقی بچتا ہے[1]۔

قصہ نمبر ۷۴ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنی تلوار بیچنا﴾

حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ کے بازار میں مارے مارے پھر رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ اصل میں اپنی تلوار بیچنا چاہتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نحیف آواز میں فرمایا: کون مجھ سے یہ تلوار خریدے گا پس اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑا، میں نے اس کے ذریعہ بہت دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے مصائب کو دور کیا ہے۔ اگر میرے پاس ایک تہبند کی قیمت بھی ہوتی تو میں یہ تلوار نہ بیچتا[2]۔

---

[1] دیکھیے: ''عظمة الأمام علی'' ص ۱۱۵

[2] دیکھیے: ''حلیة الأولیاء'' (۸۳/۱)

قصہ نمبر ۷۵ ﴿نیک لوگوں کی سرزنش﴾

جب جنگ جمل اپنے اختتام کو پہنچی اور آتش حرب بجھ گئی تو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے سواری، زادِ راہ اور دیگر سامان تیار کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان لوگوں کو بھی واپس روانہ کیا جو ان کے ساتھ آئے تھے اور بچ گئے تھے۔ مگر جس نے وہیں ٹھہرنا پسند کیا وہ وہیں رہا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بصرہ کی حسب ونسب میں معروف چالیس عورتیں بھی چنیں۔ جب روانگی کا دن آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد ہر طرح کے مسلمان موجود تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا باہر آئیں اور ان لوگوں کو رخصت کرنے لگیں۔ غم اور افسوس کے لہجہ میں فرمانے لگیں: اے میرے بچو! ہم میں سے بعضوں نے بعضوں پر غفلت اور کوتاہی سے عتاب کیا۔ پس اب تم میں سے کوئی بھی کسی پر زیادتی نہ کرے خواہ کوئی بات اس تک پہنچے۔ خدا گواہ ہے میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں تھا، مگر ایک ساس اور داماد کے درمیان جو بات ہوتی ہے وہ تھی۔ اگرچہ میں نے ان پر عتاب کیا ہے مگر یہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) میری نظر میں نیک لوگوں میں سے ہیں۔'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لوگو! انہوں نے سچ کہا ہے اور انہوں نے نیکی کی ہے۔ واقعی میرے اور ان کے درمیان اس کے سوا اور کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ اور یہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) دنیا و آخرت میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں[1]۔''

---

[1] دیکھئے: ''تاریخ الطبری'' (۴/۵۴۵)

قصہ نمبر ۷۶ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ولید کو قتل کرنا﴾

غزوۂ بدر کے موقع پر عتبہ بن ربیعہ نے تکبر کا اظہار کیا اور اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ غرور و تکبر کے انداز میں مقابلہ میں آیا اور پکار کر کہنے لگا: کوئی ہے مردِ میدان جو سامنے آئے؟ چنانچہ انصار کے تین آدمی اس کے مقابلے کے لیے میدان میں نکلے، ان مشرکین نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم انصار کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان مشرکوں نے کہا کہ ہمارا تم سے کوئی کام نہیں۔ پھر ایک نے یہ آواز لگائی: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہمارے مقابلہ کے لیے ایسا آدمی بھیجو جو ہماری قوم کی برابری رکھتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ! تم اٹھو! اے حمزہ رضی اللہ عنہ! تم بھی اٹھو، اور اے علی رضی اللہ عنہ! تم بھی اٹھو، سب تلواریں لے کر میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ ان مشرکین نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے اپنا حسب ونسب بتایا، کہنے لگے: ہاں، تم ہو ہمارے برابر کے۔ چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقابلہ شیبہ بن ربیعہ سے ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ولید بن شیبہ سے ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو مہلت نہ دی اور جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کر کے اس کو گرا دیا چنانچہ وہ بھی خون میں لت پت ہو کر مر گیا لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ بن ربیعہ کا مقابلہ ہوتا رہا، ہر ایک نے دوسرے کو خاصہ زخمی کر دیا تھا، پھر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلواریں لے کر عتبہ بن ربیعہ پر حملہ کیا اور اس کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا[۱]۔

قصہ نمبر ۷۷ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فطانت﴾

ایک ہلکی داڑھی والا شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور زبان ذکر و تسبیح میں

---

[۱] دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۲/۲۷۷)

مشغول تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ آپ نے صبح کس حال میں کی؟ اس آدمی نے عجیب انداز سے جواب دیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ فتنہ کو پسند کرتا ہوں اور حق بات سے کراہت کرتا ہوں۔ اور بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہوں اور میرے لیے زمین پر وہ چیز ہے جو آسمان پر اللہ کے لیے نہیں ہے! (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ طیش میں آ گئے اور اللہ کے دین کی خاطر انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے اور اس آدمی کو پکڑ کر سخت سزا دینے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہنستے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ وہ فتنہ کو پسند کرتا ہے اس سے اس کی مراد مال و اولاد ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں مال و اولاد کو فتنہ کہا گیا ہے: "اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ." (الانفال: ۲۸) اور حق کو ناپسند کرتا ہے اس سے مراد موت کی ناپسندیدگی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَجَآءَتْ سَکْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِکَ مَا کُنْتَ مِنْهُ تَحِیْدُ." (ق: ۱۹) اور بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے اس سے مراد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ (درود) بھیجنا ہے، ظاہر ہے کہ اس صلوٰۃ کے لیے وضو ضروری نہیں ہے۔ اور اس نے جو یہ کہا ہے کہ اس کے لیے زمین پر وہ چیز ہے جو آسمان پر اللہ کے لیے نہیں ہے اس سے اس کی مراد بیوی بچے ہیں، ظاہر ہے کہ اللہ کی نہ بیوی ہے اور نہ اولاد، وہ ذات تو یکتا بے نیاز ہے، نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا: وہ جگہ بُری ہے جہاں ابو الحسن رضی اللہ عنہ نہ ہو یعنی علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ[۱]"

قصہ نمبر ۷۸ ﴿ابو سفیان کی عذر خواہی﴾

قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اس کو انہوں نے توڑ دیا، چنانچہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ جانے کی تیاری شروع کر دی، اس تیاری کی خبر قریش کو آگ کی طرح پہنچی، چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت طلبی کے لیے

[۱] دیکھئے: "الأمام علی" ص ۱۲۷، ۱۲۸

ابوسفیان کو بھیجا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدید معاہدہ کا مطالبہ کریں۔ جب ابوسفیان اپنے مقصد کے لیے مدینہ پہنچا تو بااثر مسلمانوں سے ملاقات کی اور اپنے عذر اور تجدید معاہدہ کی پیش کش کی تو سب نے اس کی پیش کش ٹھکرا دی۔ ابوسفیان خالی ہاتھ اور نامراد ہو کر واپس لوٹا اور قریش مکہ سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا: ''میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو مجھے ان سے کوئی تعاون حاصل نہ ہوا۔ پھر میں ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے ان کو سب سے زیادہ دشمن پایا، انہوں نے مجھے کہا کہ کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تمہاری سفارش کروں؟ خدا کی قسم! اگر مجھے تنکا بھی ملے تو میں اس کے ساتھ تم سے لڑوں گا۔ پھر میں علی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو میں نے ان کو لوگوں میں سب سے زیادہ نرم پایا[1]۔''

قصہ نمبر ۷۹ ﴿ابوبکرؓ اس کے زیادہ حق دار ہیں﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رونق افروز ہوئے اور معذرت خواہانہ انداز میں لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے: ''خدا کی قسم! میں کبھی کسی دن اور کسی رات امارت کا خواہش مند نہیں ہوا۔ اور نہ مجھے اس کا شوق تھا، اور میں نے اللہ سے نہ خفیہ طور پر امارت مانگی اور نہ اعلانیہ طور پر، لیکن مجھے فتنہ وفساد کا خوف ہوا، اور مجھے اس امارت میں کوئی راحت نہیں ہے، البتہ میری گردن میں ایک بڑے کام کا قلادہ ڈالا گیا جس کی بجز توفیق الٰہی مجھے کوئی طاقت نہیں ہے۔ میری خواہش ہے کہ آج میری جگہ لوگوں میں سب سے طاقتور آدمی ہو۔ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم صرف اس لیے ناراض ہوئے کہ ہمیں مشورہ سے پیچھے رکھا گیا۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امارت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، اس لیے کہ وہ صاحب غار اور ثانی اثنین ہیں، اور ہم ان کے شرف وعظمت کو جانتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا[2]۔''

---

[1] دیکھیے: ''خلفاء الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ص ۵۱۲، ۵۱۳۔

[2] دیکھیے: ''الحاکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' (۳/۲۶)، و''البیہقی'' (۸/۱۵۲)

قصہ نمبر ۸۰ ﴿حضرت علیؓ کی شان میں قرآن کا نزول﴾

جس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةًؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ.﴾ (المجادلہ: ۱۲)

''اے ایمان والو جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے۔''

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت پر نہ مجھ سے پہلے کسی نے عمل کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا۔ میرے پاس دینار تھا، میں نے اس کو دس درہم میں تبدیل کیا، پھر جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کا ارادہ کرتا تو ایک درہم خیرات کر دیتا۔ یوں وہ سارے درہم ختم ہو گئے، پس نہ مجھ سے پہلے اس پر کسی نے عمل کیا اور نہ کوئی میرے بعد عمل کرے گا۔''

قصہ نمبر ۸۱ ﴿ایک یہودی اور اس کا باغ﴾

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھوک کی حالت میں گھر سے نکلے، اعضاء سردی کی شدت سے تھر تھر کانپ رہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے چمڑے کا ایک ٹکڑا لیا، اس کو کاٹ کر اپنے کپڑوں کے نیچے سینہ سے لگا لیا تاکہ کچھ گرمی حاصل ہو۔ پھر فرمانے لگے: خدا گواہ ہے میرے گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے، اگر بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ ہوتا تو میرے پاس ضرور پہنچ جاتا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے گردو نواح میں نکلے، بھوک اور سردی کی شدت سے کانپ رہے تھے کہ ایک یہودی کی

آپ رضی اللہ عنہ پر نظر پڑی جو اپنے باغ کی دیوار کے سوراخ سے دیکھ رہا تھا، اس نے کہا: اے دیہاتی! تجھے کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے سردی اور بھوک کی شکایت ہے۔ یہودی نے کہا: کیا تم میرے لیے پانی بھرو گے، ہر ڈول کے عوض کھجوریں لے لینا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں، ٹھیک ہے۔ یہودی نے باغ کا دروازہ کھولا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر داخل ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ (کام کرتے ہوئے) جب بھی پانی کا ایک ڈول بھر دیتے وہ یہودی آپ رضی اللہ عنہ کو ایک کھجور عوض میں دے دیتا، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی کھجوروں سے بھر گئی، پھر فرمایا کہ بس مجھے یہی کافی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ کھجوریں کھائیں اور اس پر تھوڑا سا پانی پیا۔ پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیوند زدہ چادر اوڑھے ہوئے پہنچے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی حالت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کل کو حاصل تھیں اور آج ان کی حالت دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور رونے لگے پھر فرمایا: اس دور میں تمہارا حال کیا ہوگا جب تم ایک جوڑا صبح کو پہنو گے اور ایک جوڑا شام کو پہنو گے اور تمہارے گھریوں ڈھانکے جائیں گے جیسے خانۂ کعبہ کو ڈھانکا جاتا ہے۔''؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اس دور میں خوش حال ہوں گے، ذمہ داریوں میں باکفایت اور عبادت کے لیے بافراغت ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اس دور کے مقابلہ میں آج زیادہ بہتر ہو[۲]۔''

قصہ نمبر ۸۲ ﴿ایک عورت کا اپنے خاوند پر الزام لگانا﴾

ایک عورت روتی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے خاوند نے میری اجازت کے بغیر ہی میری باندی سے تعلق قائم کر لیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا: میں نے اس کی اجازت سے ہی اس کے ساتھ تعلق قائم کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت کی طرف دیکھا اور اس کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا اگر تو سچی ہے تو میں اس کو سنگسار کروں گا

۱ دیکھئے: ''ابن کثیر'' (۳۲۶/۴)
۲ دیکھئے: ''المجمع'' (۳۱۴/۱۰) و''الکنز'' (۶۱۷/۶)

اور اگر تو جھوٹی ہے تو میں تجھے تہمت کی سزا میں اسی کوڑے لگاؤں گا۔'' اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عورت کو چھوڑ کر نماز پڑھنے لگے۔ عورت نے سوچا تو اسے اپنے خاوند کا سنگسار کیا جانا یا اس کو کوڑے لگنا تکلیف دہ محسوس ہوا چنانچہ وہ بھاگ گئی۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آئے تو اس عورت کو نہ پایا اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا بھی نہیں[1]۔

قصہ نمبر ۸۳ ﴿حضرت علیؓ کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا﴾

منبر کے قریب ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما چادر لپیٹے بیٹھے تھے اور قرآن حکیم کی آیات کو دوہرا رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا: اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! یہ آیت کریمہ کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے: ''اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً.'' (البقرۃ:۲۷۶) تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی، ان کے پاس چار درہم تھے، ایک درہم رات کے وقت خرچ کیا، ایک درہم دن کے وقت خرچ کیا اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا[2]۔''

قصہ نمبر ۸۴ ﴿فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعزیتی کلمات﴾

امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک رکھا ہوا تھا، ہر طرف غم و یاس کا عالم تھا۔ اپنے کندھوں پر اٹھانے سے پہلے لوگوں نے ان کی تکفین کر دی تھی اور دعائیں کر رہے تھے، اسی شور و غوغاء میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں، پھر چار پائی کو پکڑ کر کہنے لگے: میں چاہتا

۱۔ دیکھیے: ''أمیر المؤمنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشهاد'' ص ۳۷

۲۔ دیکھیے: ''أسد الغابة'' ص (۸۹،۹۹)

ہوں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے عمل لے کر بارگاہِ الٰہی میں پیش ہو جاؤں، خدا کی قسم! میں یہی سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ مدفون کرے گا، اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور عمر رضی اللہ عنہ (فلاں جگہ) گئے اور میں، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ (فلاں جگہ سے آئے[۱]۔''

قصہ نمبر ۸۵ ﴿یہ دل برتن کی طرح ہیں﴾

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کمیل بن زیاد کا ہاتھ پکڑا اور ایک گورستان کے کنارے ایک درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے کمیل بن زیاد! یہ دل برتن کی طرح ہیں، چنانچہ بہترین دل وہ ہے جو زیادہ محفوظ رکھنے والا ہو۔ لوگ تین طرح کے ہیں: ایک عالم ربانی، ایک متعلم جو راہِ نجات پر چل رہا ہے، اور ایک بے ڈھنگ اور معمولی درجہ کے لوگ، جو ہر آواز لگانے والے کے پیچھے چل پڑتے ہیں، جدھر کی ہوا ہو ادھر ہی رخ کرتے ہیں۔ علم کی روشنی سے فیض یاب نہیں ہوتے اور نہ ہی کسی مضبوط ستون پناہ لیتے ہیں۔ علم، مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے جب کہ تو مال کی حفاظت کرتا ہے، علم، عمل اور انفاق سے بڑھتا ہے جب کہ مال (خرچ کرنے سے) کم ہوتا ہے۔ مال جمع کرنے والے مر گئے مگر وہ زندہ ہیں، علماء ہمیشہ باقی رہیں گے ان کی ذات تو (دنیا سے) مفقود ہو گی مگر ان کے اقوال دلوں میں موجود ہیں[۲]۔''

---

۱ دیکھئے: ''أسد الغابة'' (۴/۱۶۶)

۲ دیکھئے: ''الحلية'' ص ۷۹، ۸۰

قصہ نمبر ۸۶ ﴿اے ابوتراب! اٹھو!﴾

ایک دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے گئے، پھر جب گھر سے نکلے تو غصہ کی حالت میں تھے، اسی حالت میں مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔ کچھ دیر گزری کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پا کر پوچھا: اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! تمہارے ابن عم کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہا لیٹے ہوئے ہیں اور انکی چادر ان کے بدن سے سرک گئی ہے اور کمر پر مٹی لگ گئی ہے، آپ رضی اللہ عنہ ان کی کمر سے مٹی صاف کرنے لگے اور ساتھ ساتھ یہ فرمانے لگے: قم أباتراب! یعنی اے مٹی والے، اٹھو[1]''

قصہ نمبر ۸۷ ﴿مجھے بھی اپنی صلح میں شریک کرلو﴾

ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے، اندر آنے کی اجازت چاہی، (جب اندر آئے تو) آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ان کی آواز بلند ہو رہی ہے اور وہ زور زور سے بول رہی ہیں کہ بخدا! میں جانتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی رضی اللہ عنہ میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں! ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو طمانچہ مارنے کے لیے بڑھے اور فرمایا کہ اے فلانی کی بیٹی! کیا بات ہے میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تمہاری آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بلند ہو رہی ہے؟، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا تاکہ وہ ان کو تکلیف نہ دیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ کی حالت میں چلے گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ رضی اللہ عنہا! تو نے دیکھا کہ میں نے تجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

---

[1] دیکھئے: ''الطبرانی فی الکبیر'' (۲۰۶)

کیسے چھڑایا؟ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت چاہی، (اندر آئے تو) دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہو چکی ہے۔ اس پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنی صلح میں شریک کرلو جیسا کہ اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شریک کرلیا[1]۔"

قصہ نمبر ۸۸ ﴿عیال دار ہی اپنا بوجھ اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے﴾

ایک روز حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ بازار گئے اور ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور اپنے عمامہ کے کونے میں رکھیں، ایک آدمی کی نظر پڑی تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: یا امیر المؤمنین! میں آپ رضی اللہ عنہ کی کھجوریں اٹھائے دیتا ہوں، لیجیے، مجھے دیں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، عیال دار ہی اپنے بوجھ کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے[2]۔

قصہ نمبر ۸۹ ﴿آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارک کو سینے والا﴾

قریش کے چند آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی اور حلیف ہیں، ہمارے کچھ غلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے ہیں جن کو نہ دین کی کوئی رغبت ہے اور نہ اس کی فقہ کا کوئی اشتیاق ہے، ہماری زمینوں اور اموال کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہمارے حوالہ کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے مبارک متغیر ہو گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑوسی

---

1. دیکھئے: "مسند الإمام احمد" (۴/۲۷۵) وکشف الأستار (۳/۱۹۴)
2. دیکھئے: "البدایۃ والنہایۃ" (۸/۵)

ہیں۔اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: ''اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک آدمی کو بھیجے گا جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لیے جانچ لیا ہے، وہ دین پر تم کو ضرور مارے گا یا (فرمایا کہ) تم میں سے بعض کو مارے گا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا وہ شخص میں ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا وہ شخص میں ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ بلکہ ایسا آدمی وہ ہے جو جوتے سیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نعلین مبارک، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سینے کے لیے دیئے تھے۔[1]

قصہ نمبر ۹۰ ﴿گائے اور دراز گوش﴾

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے کہ دو فریق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، ایک کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا ایک دراز گوش ہے اور اس کی گائے ہے، اس کی گائے نے میرے دراز گوش کو مار دیا ہے۔ اس مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے کہا کہ جانوروں پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وہ دونوں جانور باندھے ہوئے تھے، یا دونوں کھلے ہوئے تھے یا ایک باندھا ہوا اور دوسرا کھلا ہوا تھا، کیا صورت تھی؟ انہوں نے کہا کہ دراز گوش بندھا ہوا تھا اور گائے کھلی ہوئی تھی اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گائے کے مالک پر اس دراز گوش کو مار دینے کا ضمان لازم ہے یعنی وہ اس کا معاوضہ دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس فیصلہ کو پسند بھی فرمایا اور برقرار بھی رکھا۔[2]

---

[1] دیکھیے: ''ابوداؤد'' (۳/۱۴۸)، والبیہقی (۹/۲۲۹)

[2] دیکھیے: ''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشہاد'' ص ۶۸

قصہ نمبر ۹۱ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان﴾

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد سے چند لوگوں کو نکالا اور فرمایا کہ میری اس مسجد میں آرام نہ کرو (یعنی نہ سوؤ) چنانچہ لوگ مسجد سے نکل گئے اور ان کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نکل گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم واپس آجاؤ۔'' میں تیرے لیے اسی چیز کو حلال کرتا ہوں جو میں اپنے لیے حلال کرتا ہوں[۱]۔''

قصہ نمبر ۹۲ ﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کھجوریں جمع کرنا﴾

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرے بیٹے، حسن رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ، کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم نے اس حال میں صبح کی کہ گھر میں چکھنے کو بھی کچھ نہیں تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان دونوں کو لے جاتا ہوں، تیرے پاس کچھ نہیں ہے اس لیے مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ رونا شروع نہ کردیں۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو لے کر فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا نام بھی ذکر کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ بات سنی تو اس یہودی آدمی کی طرف تشریف لے گئے تاکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پہنچنے کے بعد دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ، کھجور کے ایک درخت کے نیچے پانی میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں رکھی ہوئی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے علی رضی اللہ عنہ! گرمی زیادہ ہونے سے پہلے پہلے میرے بچوں کو کیوں نہیں لے جاتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے اس حال میں صبح کی کہ گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بھی چند کھجوریں جمع کرنے کے لیے بیٹھ جاؤں تو اچھا ہوگا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھ گئے، یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فاطمۃ الزہرا رضی

---

[۱] دیکھئے: ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' (۱/۳۸)

اللہ عنہا کے لیے کچھ کھجوریں جمع کر لیں، ان کو ایک تھیلی میں ڈال دیا، اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ گئے۔ پھر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کو اٹھایا اور گھر کی جانب چل دیے[1]۔"

قصہ نمبر ۹۳ ﴿حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبزادیاں﴾

ایک باتونی شخص، حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، بڑی بے تکی باتیں کر رہا تھا، اچانک کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! عثمان رضی اللہ عنہ (نعوذ باللہ) دوزخی ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: تجھے کیسے علم ہوا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے کئی بدعات ایجاد کی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اگر تیری کوئی بیٹی ہو تو کیا تو لوگوں سے مشورہ کیے بغیر اس کی شادی کرے گا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی صاحبزادیوں کے متعلق جو رائے تھی اس سے زیادہ بہتر کسی اور کی رائے ہو سکتی ہے؟

اس آدمی نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ فرماتے تھے تو استخارہ فرماتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں، استخارہ فرماتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو پھر کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا یا نہیں؟ وہ آدمی کہنے لگا کہ ہاں، عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ اس کو اپنی جہالت کا علم ہو گیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے تجھے مارنے کے لیے اپنی تلوار میان سے نکالی تھی مگر اللہ نے اس کا انکار کیا۔ خبردار! خدا کی قسم! اگر تو کوئی اور بات کرتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا[2]۔"

---

[1] دیکھیے: "الترغیب والترہیب" (۴/ ۱۱۸)، و"مجمع الزوائد" (۱۰/ ۳۱۶)

[2] دیکھیے: "منتخب کنز العمال" (۵/ ۱۷، ۱۸)

قصہ نمبر ۹۴ ﴿اے علیؓ! اللہ تجھے راست باز بنائے﴾

جب حضورِ اقدس ﷺ نے سورۃِ برأت کے نازل شدہ احکامات کا داعی و مبلغ بنا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نہ خطیب ہوں اور نہ فصیح اللسان ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یا تو تم ان احکامات کو لے کر جاؤ یا پھر میں خود جاتا ہوں! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میرا جانا ہی ضروری ہے تو میں جاتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک ان کے منہ پر رکھتے ہوئے فرمایا: ''جاؤ! اللہ تعالیٰ تجھے راست باز بنائے اور تجھے ثبات و استقلال عطا فرمائے۔'' چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ روانہ ہو گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے جو امیر الحج تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے امارت لی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرماتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر سورۃ برأت کے نازل شدہ احکامات لوگوں کے سامنے سناتے رہے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں: کیا میرے متعلق کوئی بات نازل ہوئی ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ نہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ میرے سوا کوئی شخص احکامات نہ پہنچائے یا میری طرف سے کوئی آدمی مقرر ہو جو آگے پہنچا دے۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم غار میں بھی میرے ساتھی تھے اور حوض کوثر پر بھی میرے رفیق ہو گے!؟ (یہ تسلی سن کر) ابوبکر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور کہنے لگے: کیوں نہیں: یا رسول اللہ ﷺ![1]

قصہ نمبر ۹۵ ﴿اہل بیت کی رضا جوئی﴾

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے فاطمہ رضی اللہ

[1] دیکھئے: ''مسند الامام احمد'' (۱/۱۵۰)، و''فضائل الصحابۃ'' (۲/۷۰۲)

عنہا! ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ کیا آپ رضی اللہ عنہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو جازت دے دوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مناتے ہوئے کہنے لگے: ''خدا شاہد ہے کہ میں نے اپنا گھر بار، مال واولاد، اور قوم قبیلہ، اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کی خاطر اور تم اہل بیت کی خوشنودی کے لیے چھوڑا۔'' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو راضی کرنے لگے یہاں تک کہ وہ راضی ہوگئیں[1]۔

قصہ نمبر ۹۶ ﴿اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات﴾

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ خشوع وخضوع کے ساتھ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور اہل کوفہ آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے صف باندھے کھڑے اقتداء کر رہے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو اپنی جگہ پر غمگین حالت میں بیٹھے رہے، لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد بیٹھے تھے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا۔ اور اس کی شعاعیں مسجد کی دیواروں پر پڑنے لگیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر حسرت وتعجب کے انداز میں فرمانے لگے: ''میں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی زیارت کی ہے، آج میں کوئی چیز نہیں دیکھتا جو ان کے مشابہ ہو۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صبح اس حال میں ہوتی تھی کہ ان کی آنکھوں سے شب بیداری کے آثار جھلکتے تھے جس سے محسوس ہوتا کہ ان کی راتیں خدا کے حضور سجدہ ریزی میں گزری ہیں، وہ لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کیا کرتے تھے، ہر وقت اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے، جب اللہ کا ذکر کرتے تو یوں جھومتے جیسے تیز ہوا میں درخت ہلتا ہے اور آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے کہ کپڑے بھیگ جاتے[2]۔''

---

[1] دیکھیے: ''علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشهاد'' ص ۱۴۸

[2] دیکھیے: ''خلفاء الرسول'' ص ۴۸۰، خالد محمد خالد۔ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

قصہ نمبر ۹۷ ﴿دو بد بخت آدمی﴾

غزوۃ العشیرۃ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دونوں دوست تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں قیام کیا تو بنو مدلج کے کچھ لوگ نظر آئے جو اپنے چشمہ پر کوئی کام کر رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالیقظان! کیا خیال ہے ان لوگوں کے پاس چل کر دیکھیں کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم چاہو تو چلو! چنانچہ دونوں گئے اور ان کے کام کو کچھ دیر تک دیکھتے رہے، پھر نیند کا غلبہ ہوا تو وہاں سے اٹھے اور ایسی جگہ پر جا کر لیٹ گئے جہاں بہت زیادہ ریت تھی۔ ایسے سوئے کہ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی ان کو اپنے پاؤں کے ذریعہ اٹھایا، دونوں ریت سے بھر چکے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو سابقہ لوگوں میں سب سے بڑے بد بخت آدمی کی خبر نہ دوں؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قوم ثمود کا ''اُحمیر''، جس نے صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو مار ڈالا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا: ''کیا میں تم کو بعد میں آنے والے لوگوں میں سب سے بد بخت آدمی کی خبر نہ دوں؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! جو تجھے اس جگہ مارے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا، حتیٰ کہ اس سے یہ بھر جائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی داڑھی پکڑ کر اشارہ فرمایا[1]۔

قصہ نمبر ۹۸ ﴿کریز بن صباح کا غرور﴾

کریز بن صباح الحمیری اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے میدان میں کودا اور للکارتے ہوئے کہا: کوئی مردِ میدان ہے جو میرے مقابلہ میں آئے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک آدمی اس کے مقابلہ کے لیے نکلا، کریز نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر

[1] دیکھئے: ''سیرۃ ابن ہشام'' (۲/ ۲۴۹، ۲۵۰)

للکارنے لگا: کوئی مردِ میدان ہے جو میرے مقابلہ میں آئے؟ ایک اور آدمی اس کے مقابلہ کے لیے نکلا مگر کریز حمیری نے اس کو بھی قتل کر دیا، بلکہ اس کی نعش کو پہلے مقتول کی نعش پر رکھ دیا۔ اور پھر اترایا اور چلا کر کہنے لگا: میرے مقابلہ کے لیے کوئی مردِ میدان ہے؟ چنانچہ سپاہ علی رضی اللہ عنہ میں سے تیسرا آدمی نمودار ہوا لیکن کریز حمیری نے اس کو بھی فوراً قتل کر دیا اور اس کی نعش کو بھی پہلے دو آدمیوں کے اوپر پھینک دیا۔ اور پھر اکڑ کر کھڑا ہو گیا اور دوبارہ للکارنے لگا: کوئی ہے جو میدان میں آئے؟ لوگ سہم گئے، جو پہلی صف میں تھے خوف کے مارے پچھلی صف میں چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس طرح تو لشکر کی تمام صفوں میں دشمن کا رُعب پھیل جائے گا، آپ رضی اللہ عنہ فوراً اس کی طرف لپکے اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے ہوئے اس مغرور و متکبر شہسوار کو شکست دی۔ یہاں تک کہ آپ نے اس موقع پر دشمن کے تین شہسواروں کا کام تمام کیا۔ پھر فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ'' (البقرۃ:۱۹۴) پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آئے۔[۱]

قصہ نمبر ۹۹ ﴿اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا محبوب شخص﴾

خیبر، مدینہ کے قریب یہودیوں کا ایک مضبوط قلعہ تھا، جس کے سامنے تمام لشکروں کے قدم اکھڑ جاتے اور شہسوار دم توڑ جاتے۔ اس قلعہ کی بلند و بالا چہار دیواری کی گئی تھی کہ اس کی بلندی تک دشمن کے تیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اسی چہار دیواری کے قریب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ پہلے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لہراتے ہوئے نکلے، آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور تمام مسلمان آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلے، اور دشمن کے ساتھ خوب لڑے، لیکن اسی دوران آفتاب غروب ہو گیا اور مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے بغیر واپس

---

[۱] دیکھیے: ''امیر المؤمنین علی بن ابی طالب من المیلاد الی الاستشہاد'' ۴۴

لوٹ آئے۔ دوسرے دن حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا اور دشمن کے ساتھ خوب مقابلہ کیا لیکن قلعہ پھر بھی فتح نہ ہوا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ایک بار پھر مسلمان واپس لوٹ آئے۔ پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں کل ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو خود بھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس سے محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں فتح دیں گے۔ لوگوں نے اس حال میں رات بسر کی کہ ہر شخص کی تمنا تھی کہ اسے یہ شرف حاصل ہو، آپس میں سرگوشی کرتے رہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس کو جھنڈا دیں گے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں نے صرف اسی دن امارت کی تمنا کی اس اُمید پر کہ میں وہ شخص ہو جاؤں جس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو لوگوں کا ایک ہجوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد جمع ہو گیا، تعداد مکمل ہو گئی اور صفیں سیدھی ہو گئیں، سب گردنیں لمبی کر کے دیکھنے لگے اور تمنا و آرزو کرنے لگے کہ اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز بلند ہوئی: ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں''؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، آشوب چشم میں مبتلا تھے آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: علی رضی اللہ عنہ! تجھے کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آنکھیں دُکھ رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قریب ہوئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن رکھا تو ان کو شفاء ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جھنڈا دیا اور فرمایا: ''یہ عَلَم لو، اور اسے لے چلو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تیرے ذریعہ فتح دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں ان کے ساتھ قتال کروں تاوقتیکہ وہ ہماری طرح ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''یوں ہی چلے جاؤ، ان کے میدان میں اُتر کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اور ان کو بتانا کہ ان پر اللہ کا کیا حق واجب ہے، خدا کی قسم! اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو

بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بدرجہا بہتر ہے۔" جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہودیوں کے اس قلعہ کے قریب گئے تو قلعہ کی چوٹی سے ایک یہودی نے جھانکا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہوں۔ یہودی نے کہا کہ قسم ہے اس کتاب کی جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تم ضرور غالب رہو گے[۱]۔

قصہ نمبر۱۰۰ ﴿میت کا اپنے قرض کے سبب محبوس ہونا﴾

چاشت کا وقت تھا، لوگ ایک جنازہ کندھوں پر اٹھائے ہوئے آئے، ورثاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ اس میت کا نماز جنازہ پڑھا دیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہارے اس صاحب کے ذمہ کوئی قرض تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا (صرف) دو دینار قرض ہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود جنازہ پڑھانے سے انکار کیا اور فرمایا: "تم خود ہی اپنے صاحب کا نمازِ جنازہ پڑھ لو۔" آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقروض آدمی کا نماز جنازہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز کی برکت سے محروم نہ ہو جائے، جلدی سے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! وہ دو دینار میرے ذمہ ہیں، (میں ادا کروں گا) میت اس سے بری الذمہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میت کا نماز جنازہ پڑھایا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "جزاک الله خیرًا" ۔ اللہ تعالیٰ تجھے بھی رہن سے آزاد کرے جس طرح تم نے اپنے بھائی کو آزادی دلائی، ہر میت اپنے قرض کے سبب رہن رکھا ہوا ہوتا ہے اور جو شخص کسی میت کو اس سے چھڑائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو اس کے دین سے آزادی دلائیں گے[۲]۔"

---

[۱] دیکھیے: "البخاری (۴/۳/۷)، ومسلم (۳/۷/۱۸)، و"تاریخ الخلفاء" ص (۲۶۹)، و"الرحیق المختوم" ص۳۵۲۔

[۲] دیکھیے: "الامام علی بن ابی طالب" لمحمد رشید رضا۔ ص ۱۷

﴿جنگ آخر دم تک ہوگی﴾

"قتال حتّی الموت" یعنی جنگ آخر دم تک ہوگی۔ یہ نعرہ تھا جو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے اس وقت لگایا جب یہ افواہ پھیلی کہ آنحضرت ﷺ کو شہید کر دیا گیا۔ یہ خبر بجلی بن کر گری، قریب تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مرتعش ہاتھ سے شمشیر گر جاتی، آپ رضی اللہ عنہ نے انتظار نہیں کیا اور خوف کے سایہ میں دوڑتے ہوئے میدانِ قتال میں پہنچے اور یہاں مقتولین میں آنحضور ﷺ کو تلاش کیا مگر حضور ﷺ کہیں بھی نظر نہ آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر جمے رہے، پھر کچھ سوچنے کے بعد (دل ہی دل میں) کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ تو ان مقتولین میں موجود نہیں ہیں، خدا کی قسم! حضور ﷺ میدانِ جہاد سے بھاگنے والے نہیں ہیں، میرا خیال ہے کہ ہمارے اس عمل کے سبب اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض اور ناخوش ہوا ہے۔ اس لیے اپنے محبوب ﷺ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میان سے تلوار نکالی اور میان کو توڑ ڈالا اور فرمایا کہ اب تو خیر و بھلائی اسی میں ہے کہ میں دشمن کے ساتھ لڑتا رہوں یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔ یہ کہہ کر دشمن پر حملہ کر دیا جس طرح ایک شیر، ہرنوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ برابر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ جب دشمن کی صفیں درمیان سے ہٹیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے درمیان میں موجود ہیں، آپ رضی اللہ عنہ فوراً آنحضور ﷺ پر جھک گئے اور حضور ﷺ کو گلے لگا لیا اور چومنے لگے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قربِ رسول ﷺ نصیب ہوا تو سارا حزن و ملال جاتا رہا۔[1]

بحمداللہ "مأة قصّة من حَیاة علی بن أبی کرّم اللّٰہ وجھه" کا پہلا سلیس و مفید اردو ترجمہ مؤرخہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۵ء ہجری، ۴ نومبر ۲۰۰۴ء بروز جمعرات مکمل ہوا۔

بندہ محتاج دعا: خالد محمود بن مولانا حافظ ولی محمد قدس اللہ سرہ
(نائب الرئیس) لجنة المصنفین، و (فاضل و مدرس) جامعہ اشرفیہ لاہور۔

صلی اللّٰہ تعالیٰ علی حبیبه خیر حلقه محمدٍ وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین.

---

[1] دیکھیے: "مجمع الزوائد" (۶/۱۱۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سو ۱۰۰ قصے

مؤلف:
شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم
مولانا خالد محمود صاحب

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ۔ پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۳۸۳

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ کے سو قصے

مؤلف:

شیخ محمد صدیق منشاوی

مترجم

مولانا خالد محمود صاحب

بیتُ العُلوم

۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۴۱۳

ازواج مطہرات وصحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن

انسائیکلوپیڈیا

ازواج مطہراتؓ وصحابیاتؓ سے متعلق بھرپور معلومات پر مبنی
سوالاً جواباً لکھی جانے والی سب سے مفصل مستند اور ضخیم کتاب

مؤلف
ڈاکٹر ذوالفقار کاظم

بیت العلوم
۲۰۔ نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۳۵۲۲۹۳۔